جنوری فروری مارچ ۲۰۲۲ء مطابق جمادی الاخریٰ رجب المرجب شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ

جلد نمبر ۱

شمارہ نمبر ۶

جامعہ نقشبندیہ رضویہ کا دینی، علمی و اصلاحی ترجمان

سہ ماہی

مصباح العرفان

کشمیر

خلفائے راشدین نمبر





مدیر اعلیٰ

مفتی مبارک حسین بٹ نعمانی

شائع کردہ

انجمن مصباح الاسلام جموں و کشمیر

آئینۂ مضامین

اداریہ

خلفاءِ راشدین

مبارک حسین بٹ نعمانی

حضور سیّد عالم ﷺ کے بعد تیس برس تک خلافت راشدہ مسلسل قائم رہی۔ پہلے خلیفۂ راشد امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، دوسرے خلیفۂ راشد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، تیسرے خلیفۂ راشد امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہوئے اور آخری خلیفۂ راشد حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے۔

پہلے خلیفہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضور سیّد عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ اَنَا، ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ آتِی اَھْلَ الْبَقِیْعِ فَتَنْشَقُّ عَنْھُمْ فَابْعَثُ بَیْنَھُمْ۔ (رواہ الحاکم واحمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جس سے زمین پھٹے گی وہ میں ہوں پھر ابوبکر سے، پھر عمر سے، پھر میں اہلِ بقیع کے پاس آؤں گا تو اُن سے زمین شق (پھٹے) ہوگی پھر میں اُن سب کے درمیان اُٹھایا جاؤں گا۔

اس حدیث مبارک سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ فضیلت ومقام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَخَیْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ“۔ (رواہ الترمذی والحاکم) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سردار، ہم سب سے بہتر اور حضور سیّد عالم ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْھِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّھُمْ غَیْرُہٗ ' (رواہ ترمذی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ ان میں ابوبکر صدیق موجود ہوں اور اُن کی امامت ان (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کوئی اور شخص کروائے۔

ان دلائل سے روز روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ومرتبہ امت میں سب سے اعلیٰ وبالا ہے اور حضور سیّد عالم ﷺ کے بعد سب سے زیادہ خلیفہ بننے کا حق انہی کو حاصل تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جو مرتبہ

میں سب سے اعلیٰ اور خلافت کے صحیح مستحق تھے وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، جن کے بارے میں حضور سیّد عالم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے "لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ"۔ (رواہ الترمذی واحمد والحاکم) یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ابن الخطاب ہوتا۔

حضرت ابوسفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اکثر ایک چادر اوڑھے ہوئے دیکھا گیا۔ (یعنی وہ اکثر اس چادر کو اوڑھتے تھے) راوی کا بیان ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ کثرت سے یہ چادر (کیوں) پہنتے ہیں؟ فَقَالَ اِنَّهُ كَسَانِيْهِ خَلِيْلِیْ وَصَفِيِّیْ وَصَدِيْقِیْ وَخَاصِیْ عُمَرُ اِنَّ عُمَرَ نَاصِحَ اللّٰهِ فَنَصَحَهُ اللّٰهُ ثُمَّ بَكٰى۔ (رواہ ابن ابی شیبہ) فرمایا بے شک یہ مجھے میرے نہایت پیارے، مخلص اور خاص دوست حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہنائی تھی۔ بے شک عمر اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خالص بھلائی چاہی پھر وہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رونے لگ گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے اعلیٰ مقام اور خلافت کے صحیح مستحق حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کے بارے میں حضور سیّد عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ "لِكُلِّ نَبِیٍّ رَفِيْقٌ وَرَفِيْقِیْ يَعْنِیْ فِی الْجَنَّةِ عُثْمَانُ"۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةِ رَجُلٍ لِيُصَلِّیَ عَلَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَأَيْنَاكَ تَرَكْتَ الصَّلَاةَ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلَ هٰذَا؟ قَالَ اِنَّهُ كَانَ يُبْغِضُ عُثْمَانَ فَأَبْغَضَهُ اللّٰهُ۔ (رواہ الترمذی وابن ابی عاصم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا کہ آپ ﷺ اس پر نماز پڑھیں مگر آپ ﷺ نے اس پر نماز نہیں پڑھی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو کسی کی نمازِ جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص عثمان سے بغض رکھتا تھا لھٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اپنی رحمت سے دور کردیا۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عُثْمَانُ اِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيْصًا فَاِنْ اَرَادُوْكَ عَلٰى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں ایک قمیص (یعنی خلافت کی قمیص) پہنائے گا سو اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو تم ان کی خاطر اسے مت اتارنا۔

تو اس سے پتہ چلا کہ خود حضور سیّد عالم نے یہ خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی تھی اسی لئے فرمایا کہ لوگوں کے چھیننے پر بھی اس کو نہیں چھوڑنا۔ اب اگر کوئی اس پر اعتراض کرے تو وہ اعتراض حضرت عثمان پر نہیں ہوگا بلکہ حضور سیّد عالم ﷺ پر ہوگا العیاذ باللہ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مستحق خلافت شاہ ولایت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم تھے۔ جن کے

بارے میں حضور سیّد عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے ''لَا یُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَلَا یُبْغِضُهُ مُؤْمِنٌ''۔ (ترمذی وابویعلی)

کہ کوئی منافق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت نہیں کرسکتا اور کوئی مومن ان سے بغض نہیں رکھ سکتا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ۔ (رواہ الدیلمی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بھی عبادت ہے۔

ان کے بعد پانچویں خلیفہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کے متعلق حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَحَبَّنِيْ فَلْيُحِبَّ هٰذَيْنِ۔ (النسائی وابن خزیمۃ)

جس نے مجھ سے محبت کی، اس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں (امام حسن وامام حسین) سے بھی محبت کرے۔

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور سیّد عالم ﷺ نے فرمایا ''اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' (بخاری) کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے گا۔

ان ہی حضرات کے متعلق غیب دان پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''عَنْ سَفِیْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا'' (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد خلافت تیس (۳۰) برس تک رہے گی پھر ملوکیت آجائے گی۔

چنانچہ اسی قول مبارک کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق نے ڈھائی برس تک خلافت سنبھالی اُس کے بعد سیّدنا فاروق اعظم نے تقریباً دس برس، عثمان غنی نے بارہ برس، شاہ ولایت نے پانچ برس تک جبکہ امام حسن نے چھ ماہ۔ یہی کُل تیس برس ہوگئے۔

یہ تیس برس مکمل ہونے پر چھ ماہ خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابیِ رسول ﷺ سیّدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے صلح فرمائی۔ تو جب امام نے صلح فرمائی اب کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حضرت معاویہ پر تنقید کرے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑھتا ہے کہ کچھ لوگ سُنی کہلانے کے باوجود اس صلح کے لئے تیار نہیں۔ کم سے کم سُنی کہلانے والے اس مسئلے میں لختِ جگر رسول ﷺ امام حسن کی ہی پیروی کرتے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المؤمنین حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، کاتبین وحی بھی تھے اور آپ نے دین کے فروغ میں بھی تاریخی کارنامے انجام دیے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ (صحابی) سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا وَّاهْدِ بِهٖ (رواہ ترمذی) یعنی یا اللہ! انہیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنادے اور ان کے ذریعے (لوگوں کو) ہدایت دے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حمص بن عمیر بن سعد کو معزول کر کے حضرت معاویہ کو والی بنایا تو لوگوں نے کہا آپ نے عمیر کو معزول کر کے (باقی صفحہ ۹ پر)

منظومات

تجلیات نعت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان

دل کو ان سے خدا جُدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پر سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دیا ہے جواب
آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا بُرا خدا نہ کرے

عذر امید عفو اگر نہ سنیں
روسیاہ اور کیا بہانہ کرے

دل میں روشن ہے شمع عشقِ حضور
کاش جوش ہوس ہوا نہ کرے

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا نہ کرے

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل
ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

جب تیری خو ہے سب کا جی رکھنا
وہی اچھا جو دل بُرا نہ کرے

دل سے اک ذوق مے کا طالب ہوں
کون کہتا ہے اتقا نہ کرے

لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

منقبت چار یار باصفا

خواجہ حبیب اللہ نوشہری

آں شاہِ ملک صدق کہ صدیق یار غار
از روئے صدق آمدہ بالائی چار یار

تصدیق آں رسول کہ ایمان بندہ است
پیش از ظہور دعوتِ او کرس اختیار

مال و منال و جان و جہان خانمان خود
کردہ است بذلِ سرورِ اخیارِ کردگار

آن ماہ برجِ عدل کہ فاروق اعظم است
در عدل و داد آمدہ بسیار ہوشیار

السلام راست قوت ایمان آں عزیز
زاں اشتہار یافتہ در صدر اعتبار

سلطانِ روم گشتہ بہ شمشیر غیرتش
نے حاجتش بحرب بودنے بضرب کار

عثمان چہ بود کان حیا معدن سخا
ہم بردبارہ صاحب عرفان و باوقار

صاحبِ قرآن و صاحب قرآن و ہوشمند
ہم پاک کیش و پاک سیر سرور کبار

شیر خدای سرور آفاق مرتضیٰ
از یمن تاج لحمک لحمی است تاجدار

دُلدُل سوار شاہ شجاعت شعارِ دہر
شد از دلیریٔ دل او تیز ذوالفقار

ہر چند بود صاحبِ تمکین و دائما
بالصوم والقیام لیالیہ والنہار

مصباح القرآن

خلفاء راشدین کی شان و عظمت

علامہ غلام رسول سعیدی

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ز سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ

محمد رسول اللہ کا اور جو اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈھتے رہتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی بانا ان کا ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے۔ (ترجمہ موضح القرآن از حضرت شاہ عبد القادر دہلوی)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ (ترجمہ کنز الایمان از امام احمد رضا خان)

یہ آیت ان کافروں کے رد میں نازل فرمائی جنہوں نے صلح حدیبیہ کے سرنامہ پر ''محمد رسول اللہ'' لکھنے سے منع کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیں تو پھر جھگڑا کیا رہ جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اگر یہ آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اللہ آپ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے اور آپ کے لئے اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد اللہ کے رسول ہیں جو ان کے اصحاب ہیں کفار پر بہت سخت ہیں آپس میں نرم دل ہیں (اے مخاطب)! تو ان کو رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانی ہے۔

خلفاء راشدین کے فضائل

اس آیت میں فرمایا ہے ''محمد رسول اللہ'' آیت کا یہ حصہ آپ کی تسلی کے لئے نازل فرمایا کہ کفارِ قریش نے حدیبیہ کے صلح نامہ پر ''محمد رسول اللہ'' لکھنے نہیں دیا اور کہا کہ ہم محمد کو رسول اللہ نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ یہ نہیں مانتے تو نہ مانیں، اللہ تو کہتا ہے ''محمد رسول اللہ''

پھر آپ کے اصحاب کی صفت بیان فرمائی: وہ کفار پر بہت سخت ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اہل حدیبیہ کفار پر بہت سخت تھے جیسے شیر جنگل کے جانوروں پر سخت ہوتا ہے اور آپس میں نرم دل، یعنی جس حال میں وہ کفار پر سخت ہوتے ہیں اس حال میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اے مخاطب! تو ان کو رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے، یعنی وہ بہت زیادہ عبادت کرتے ہیں اور بہ کثرت نمازیں پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے جنت اور اس کی رضا طلب کرتے ہیں۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ ''والذین معه'' سے مُراد حضرت ابوبکر

ہیں کیونکہ ایمان لانے کے بعد اسلام کی تبلیغ کرنے میں حضرت ابوبکر آپ کے مع (ساتھ) تھے، حضرت ابوبکر کی تبلیغ سے حضرت عثمان بن عفان اسلام لائے، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اسلام لائے، اسلام کی مدافعت میں وہ آپ کے مع تھے، سفرِ ہجرت میں آپ کے مع تھے، غارِ ثور میں آپ کے مع تھے، قبر میں آپ کے مع ہیں، قبر سے اٹھنے میں آپ کے مع ہوں گے اور دخولِ جنت میں بھی آپ کے مع ہوں گے اور جیسی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کو معیت حال تھی کسی کو حاصل نہ تھی اور ''اشداء علی الکفار'' سے مُراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، آپ کا کفار پر سخت ہونا بہت مشہور ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ماننے میں تامل کیا تو حضرت عمر نے اس کو قتل کر دیا، یہ ان کے مزاج میں کفار پر سختی کا تقاضا تھا کہ انہوں نے قریش مکہ سے صلح کرنے کے معاملہ میں بہت تردّد کیا۔ اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن اُبی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے نکلے تو اس موقع پر بھی انہوں نے آپ سے بحث کی اور ''رحماء بینھم'' سے مُراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ بہت نرم دل تھے، جب مسجد نبوی میں مسلمانوں کے لئے جگہ کم تھی تو آپ نے مسجد نبوی کی توسیع کی، مسلمانوں کے لئے میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا تو رومانام کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا، غزوۂ تبوک کے لشکر کے لئے تین سو اونٹ مع ساز و سامان مہیا کیے، خود جان پر کھیل گئے لیکن اپنی حفاظت کے لئے مسلمان فوجوں کو بلانے کی اجازت نہیں دی اور ''تراھم رکعا سجدا'' سے مُراد حضرت علی ہیں جن کی اکثر راتیں رکوع اور سجدوں میں گزرتی تھیں۔

سجدوں کے اثر سے پیشانی پر نشان

اس کے بعد فرمایا: سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانی ہے۔

اس آیت میں ''سیما'' کا لفظ ہے ''سیما'' کے معنیٰ علامت ہیں، یعنی ان کے چہروں سے شب بیداری اور تہجد گزاری جھلکتی ہے،

حدیث میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو رات کو بہت نمازیں پڑھتا ہے تو صبح کو اس کا چہرہ بہت حسین لگتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۳۳۳)

حسن بصری نے کہا: یہ سفیدی ہے جو قیامت کے دن اس کے چہرے پر نظر آئے گی، نیز حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا اور یہ ارادہ فرمائے گا کہ اپنی رحمت سے بندوں کو دوزخ سے نکالے تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا اس کو دوزخ سے نکال لیں اور ان پر رحم کرنے کا ارادہ فرمائے گا جو ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتے تھے، فرشتے ان کو دوزخ میں سجدوں کے نشانات سے پہچان لیں گے، آگ ابن آدم کے سجدوں کے نشان کے سوا اس کے تمام جسم کو کھالے گی، اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدوں کے نشان کو کھائے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۴ طبع قدیم، مسند احمد ج ۱۶ ص ۵۲۷۔ رقم الحدیث: ۱۰۹۰۶، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

شہر بن حوشب نے کہا کہ سجدہ کا نشان ان کے چہروں پر اس

طرح چمک رہا ہوگا جس طرح چودھویں رات کو چاند چمکتا ہے۔

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے کہا: دنیا میں ان کی علامت اچھے اخلاق ہیں، اور مجاہد سے ہی روایت ہے کہ اس سے مراد خشوع اور تواضع ہے۔ منصور نے کہا: میں نے مجاہد سے اس آیت کے متعلق پوچھا: کیا یہ وہ نشان ہے جو آدمی کی دو آنکھوں کے درمیان ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، بعض اوقات انسان کی دو آنکھوں کے درمیان ایک گٹا سا ہوتا ہے حالانکہ اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے، لیکن وہ خضوع اور خشوع کی کثرت سے ان کے چہرے پر ایک نور ہوتا ہے

ابن جریج نے کہا: وہ ان کے چہروں پر وقار اور تروتازگی ہے۔ شمر بن عطیہ نے کہا: وہ رات کے قیام کی وجہ سے ان کے چہروں کی زردی ہے۔ حسن نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں، کہ جب تم ان کو دیکھو تو یہ گمان کرو کہ وہ بیمار ہیں، حالانکہ وہ بیمار نہیں ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن جز۱۶ص ۲۶۶۔۲۶۷)

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۵ کا)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اس پر عمیر نے کہا ''لَا تَذْكُرُوْمُعَاوِيَةَ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اهْدِ بِهٖ ''(ترمذی) یعنی حضرت معاویہ کا ذکر خیر سے ہی کیا کرو کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سُنا یا اللہ! ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے۔

☆☆☆

مسلک اہل سنت کی ترجمان تنظیم

انجمن مصباح الاسلام جموں وکشمیر

انجمن مصباح الاسلام جموں وکشمیر ایک غیر سیاسی دینی تنظیم ہے جو پچھلے قریباً بائیس (۲۲) سالوں سے میدان عمل میں ہیں۔ اس تنظیم کے تحت کئی شعبے مصروف العمل ہے جن میں تعلیمی مرکز، جامعہ نقشبندیہ رضویہ خیرُ العلوم مومن آباد، اسلامی تحقیقات کے لئے ''شاہ ابوالحسن زید اکیڈمی''، افتاء کے لئے ''دارالافتاء شیخ العالم''، امام اعظم لائبریری، المصباح ویلفیئر فونڈیشن اور سہ ماہی مصباح العرفان قابل ذکر ہیں تو اس نیک کام میں آپ بھی ہمارے ساتھ جڑ سکتے ہیں اس انجمن کی ممبر شپ حاصل کر کے، تو اگر آپ اس تنظیم کا حصّہ بننا چاہتے ہیں جلد سے جلد رابطہ قائم کریں۔

صدر: انجمن مصباح الاسلام جموں وکشمیر

مصباح الحدیث

دشمنان صحابہ ہے روافض

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِىْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔
ترجمہ: حضرت ابن عمر فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم ان کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہیں[1] تو کہو کہ تمہاری شر پر اللہ کی پھٹکار ہے[2]۔

[1] اس فرمان عالی میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ مسلمانوں میں دشمنان صحابہ پیدا ہوں گے اور یہ کہ ایسے دشمن خود صحابہ کے زمانہ ہی میں پیدا ہو جائیں گے۔ چنانچہ خلافت حیدری میں عبداللہ ابن سبا یہودی نے مذہب رفض ایجاد کیا اور پھیلایا غرضیکہ اس فرمان عالی میں دو غیبی خبریں ہیں۔

[2] یعنی صحابہ کرام تو خیر ہیں تم ان کو بُرا کہتے ہو تو وہ بُرائی خود تمہاری طرف ہی لوٹتی ہے اور اس کا وبال تم پر ہی پڑھتا ہے فرمایا نبی ﷺ نے کہ جو کسی پر لعنت کرے مگر وہ لعنت کے لائق نہ ہو تو لعنت خود اس لعنت کرنے والے پر پڑتی ہے علی شرکم میں اسی جانب اشارہ ہے کہ کسی کے کام پر لعنت کرنا آسان ہے اور فاعل پر لعنت کرنا دشوار دیکھو یہاں علی شرکم فرمایا علیکم نہیں فرمایا حضرت حسان نے ان کفار سے جو حضور ﷺ کی اہانت کرتے تھے فرمایا شعر

اتھجوہ ولست لہ بکفو
فشر کما الخیر کما فداءٗ (مرقات)

حدیث مرفوع میں ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جنہیں رافضی کہا جاوے گا کیونکہ اسلام کو رفض کر چکے ہوں گے (چھوڑ چکے ہوں گے) وہ لوگ مشرکین ہیں وہ اپنے کو محبان اہل بیت کہیں گے مگر ہوں گے جھوٹے کیونکہ جناب ابوبکر و عمر کو گالیاں دیں گے (مرقات، صواعق) روافض دشمنان صحابہ ہیں خوارج دشمنانِ اہل بیت ان کی دشمنی سے ان صحابہ و اہل بیت کے درجات تا قیامت بڑھتے رہیں گے۔ (مرقات)

☆☆☆☆☆

مصباح شریعت

آپ کے پوچھے گئے سوالات کے جوابات

مفتی مبارک حسین نعمانی نقشبندی

سوال:۔کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک رسالہ میں یہ لکھا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجھہ نے خلافت سنبھالنے پر فرمایا'' آج جب میں تمہارا حاکم بنا ہوں تو تمہاری حالت وہ ہو چکی ہے جو بعثت سے پہلے تمہاری حالت تھی۔تم جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے تھے آج تم وہیں اُسی نکتے پر کھڑے ہوئے ہو''۔آگے رسالہ کے ایڈیٹر لکھ رہے ہیں کہ یہ واپس اُسی نکتے پر پلٹے تھے جہاں سے اُمت نے سفر شروع کیا تھا(یعنی سفر کفر سے شروع کیا تھا)۔آگے لکھتے ہیں'' ظاہر دین کا بہت بڑا حصہ محفوظ تھا ظاہر کو اتنا نقصان نہیں پہنچا تھا،لیکن اس ظاہر کا ٹریک بدل چکا تھا اور یہ دین اور اُمت کا ظاہری ڈھانچہ جس نے اپنا ظاہر بچایا ہوا تھا لیکن راستہ بدل دیا تھا اور جس مطلب،مقصد اور منزل تک اسے پہنچنا تھا اُس منزل تک یہ فاصلہ نہیں پہنچا اور یہ کارواں کہیں اور جا پہنچا''اس رسالہ میں یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ سے پہلے خلفاء ثلثہ نے دین کو پٹری سے اُتارا تھا یعنی اس کا راستہ ہی بدل ڈالا۔لھٰذا اب گزارش ہے کہ کیا یہ صحیح ہے اگر نہیں تو ایڈیٹر پر شریعت کا کیا حکم ہے رہنمائی فرمائی جائے۔

المستفتی محمد شفیع ساکنہ راہ بابا صاحب سرینگر

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مستفسرہ میں جو مولیٰ علی کو خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے چنانچہ فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اوّل ص ۲۴۸ میں ہے'' فی الروافض من فضل علیا علی الثلاثة فمبتدع وان انکر خلافة الصّدیق او عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما فھو کافر''۔

عقود الدریہ مطبع مصر میں ہے کہ'' اما سب الشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنھما فانه کسبّ النبی صلّی اللہ علیه وسلم وقال الصدر الشھیدین من سب الشیخین او لعنھما یکفر''۔یعنی شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہنا ایسا ہے جیسے نبی ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنا اور امام صدر شہید نے فرمایا جو شیخین کو بُرا کہے یا تبرّا کہے کافر ہے۔

درمختار میں ہے'' فی البحر عن الجوھرة معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتویٰ انتھیٰ''۔یعنی بحر الرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ شرح مختصر قدوری امام صدر شہید سے منقول ہے۔جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر طعن کرے وہ کافر ہے۔اس کی توبہ قبول نہیں اور اسی پر

امام دبوسی وامام فقیہ ابواللیث سمرقندی نے فتویٰ دیا اور یہی قول فتویٰ کیلئے مختار ہے۔

مزید تحقیق کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کے رسالہ'' ردُّ الرفضہ '' کا مطالعہ کریں۔ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ 44 کا)

سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا، اچانک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، جب آپ قریب آئے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عثمان! تمہیں اس حال میں شہید کیا جائے گا کہ تم سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے ہوں گے اور تمہارا خون آیت کریمہ ''فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم'' پر گرے گا، قیامت کے دن تمہیں اس شان سے اٹھایا جائے گا کہ تم ہر آزمائش میں مبتلا شخص کے سردار ہوں گے، تمہارے مقام کو دیکھ کر مشرق ومغرب کے تمام لوگ رشک کریں گے اور تم قبیلۂ ربیعہ اور مضر کے افراد کی تعداد میں لوگوں کی شفاعت کروگے۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم، ذکر مقتل امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: 4531)

نماز جنازہ میں فرشتوں کی شرکت: حضور اکرم ﷺ نے یہ بشارت دی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں آسمانی فرشتے شریک ہوں گے، جیسا کہ الریاض النضرۃ میں حدیث شریف ہے: **عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: یوم یموت عثمان تصلی علیہ ملائکۃ السماء قلت یا رسول اللہ عثمان خاصۃ أم الناس عامۃ قال: عثمان خاصۃ۔**

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس دن عثمان (رضی اللہ عنہ) شہید ہوں گے آسمانی فرشتے ان کی نماز ادا کریں گے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے خاص ہے یا عام لوگوں کے لئے بھی یہ اعزاز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے لئے خاص ہے۔ (الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس۔مختصر تاریخ دمشق، چشتی)

ارشادات وفرمودات: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو اخیر خطبہ ارشاد فرمایا اسے علامہ مؤمن بن حسن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ نے نور الابصار میں نقل کیا ہے: **عن یزید بن عثمان، قال آخر خطبۃ خطبھا عثمان: ایھا الناس! ان اللہ انما اعطاکم الدنیا لتطلبوا بھا الآخرۃ فلم یعطکموھا لترکنوا الیھا، ان الدنیا تفنی والآخرۃ تبقی لا تبطرنکم الفانیۃ ولا تشغلنکم عن الباقیۃ آثروا ما یبقی علی ما یفنی فان الدنیا مقطعۃ وان المصیر الی اللہ، اتقوا اللہ فان تقواہ جنۃ من باسہ ووسیلۃ عندہ، واحذروا من اللہ الغیرۃ، الزموا جماعتکم لا تصیروا احدانا، واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔**

ترجمہ: حضرت یزید بن عثمان سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اخیر خطبہ میں ارشاد فرمایا: اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں دنیا اس لئے دی ہے کہ تم اس کے ذریعہ آخرت طلب کرو! دنیا تمہیں اس لئے نہیں دی گئی کہ تم اس کی جانب مائل ہوجاؤ۔ یاد رکھو! دنیا فنا ہونے والی ہے، اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ فنا ہونے والی چیز ہرگز تمہیں ناشکر گزار نہ بنائے اور باقی رہنے والی چیز سے غافل نہ کردے، فنا ہونے والی (دنیا) پر باقی رہنے والی (آخرت) کو ترجیح دیا کرو؛ کیونکہ دنیا سفر کی جگہ ہے اور حقیقت میں سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو؛ کیونکہ اللہ کا خوف اس کے عذاب سے بچنے کا ذریعہ اور اس کے تقرب کا وسیلہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت غیرت سے بچو! اور اپنی جماعت پر مضبوطی سے قائم رہو! (بزرگوں کے ساتھ) دوست نہ ہوجاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو؛ جو (محمد ﷺ کی شکل میں) اس نے تم پر فرمائی ہے! جبکہ تم دشمن تھے تو اس نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی اور تم اس کی اس نعمت کی برکت سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔ اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے، تو اس نے تمہیں وہاں سے نکالا۔ (نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ﷺ ص 80)

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ سے بے پناہ محبت کرنے اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ ۱۹ کا۔

یوں تو ہر ایمان والے کا دل عشق رسول کے نور سے منور ہوتا ہے مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوز و نیاز عشق کا بہت بڑا امتیاز یہ ہے کہ ذات نبوی علی صاحبھما التحیۃ والثناء کو جو محبوبیت عظمیٰ اور بزم کون و مکان میں اللہ تعالیٰ کے شاہد اکبر ہونے کا جو مقام رفیع حاصل تھا اس کا اظہار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شیفتگی ہی سے ہوتا ہے۔ آپ نے حضور سرور کونین ﷺ کو نقد دل وجاں پیش کر کے دنیا کو یہ بتا دیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب و شاہد ﷺ سے مخلوق خدا کا عشق کیسا اور کس معیار کا ہونا چاہیے۔ جلوۂ جمال جس شیفتگی اور محبوبیت کا تقاضا کرتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق اس کی شیفتگی، گرویدگی اور فدائیت کی اعلیٰ مثال ہے۔ دراصل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد رسول ہیں ، وہ مخلص ہیں اور راہ اجابت پر ہیں۔

(ماہنامہ معارف رضا کراچی اکتوبر ۲۰۰۱ء)

عشق والفت رسول ﷺ کے جو نمونے آپ کی مقدس زندگی میں ملتے ہیں، ان کو پڑھ کر اور سن کر یقیناً ایمان میں تازگی اور قلوب واذہان میں سرور کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ محبت و عشق رسالت ﷺ ہی کا نتیجہ تھا کہ تمام عمر اسلام لانے سے پہلے اور بعد آپ کے ساتھ رہے۔ نیز ہر ادا، ہر خوبی میں سنت رسول اکرم ﷺ کے مظہر تھے۔ ہر دینی اور دنیوی کاموں میں سنت و ادائے مصطفوی ﷺ پیش نظر رکھتے ، اور پھر مقبولیت ومحبوبیت کا یہ عالم کہ بعد وصال بھی قرب مصطفیٰ ﷺ نصیب ہوا اور پہلوں میں جگہ پائی۔

زیست میں، موت میں اور قبر میں ثانی ہی ہیں
ثانی الاثنین کے اس طرح ہیں مظہر صدیق

ہجرت کے موقع پر جب غار ثور کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور پہلے میں غار ثور میں جاتا ہوں ''فان کان فیہ شیء اصابنی دونک'' کہ اگر غار میں کوئی موذی جانور ہو تو وہ آپ کو تکلیف نہ دے مجھے دے۔ چنانچہ غار کے تمام سوراخوں کو بند کر دیا اور ایک سوراخ جو باقی بچ گیا تھا اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ مشتاق زیارت سانپ نے تمام راستے بند پا کر آپ کے پائے اقدس پر ڈنک مارا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے لعاب دہن لگا دینے سے تکلیف دور ہوگئی لیکن وہ زہر ہر سال عود کرتا رہا آخر اسی سے شہادت پائی۔ (خلافت صدیق وعلی مقدمہ از علامہ شرف قادری)

صدیق بلکہ غار میں جاں ان پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے

(بشکریہ ماہنامہ کنز الایمان، اگست ۲۰۰۷)

☆☆☆☆☆

تحقیقات

افضلیت حضرت سیّدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

ابونعمان طاہر احمد بٹ

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم0

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم 0

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى 0 الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى 0 وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى 0 اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى 0 وَلَسَوْفَ يَرْضٰى 0

ترجمہ:۔ اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار، جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہو، اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔ اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

محترم قارئین کرام: اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے بعد سب سے افضل شخصیت حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق ہیں، ان کے بعد حضرت سیّدنا عمر فاروق ان کے بعد حضرت سیّدنا عثمان غنی ان کے بعد حضرت سیّدنا علی المرتضٰی ہیں رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں: اہل سنت و جماعت نصرھم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے کہ مرسلین، ملائکہ، رسل وانبیآئے بشر صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وتسلیمات علیہم کے بعد حضرات خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم تمام مخلوق الٰہی سے افضل ہیں۔ پھر ان میں باہم ترتیب یوں ہے کہ سب سے افضل صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدھم ومولاھم وآلہ وعلیھم وبارک وسلم اس مذہب مہذب پر آیات قرآن عظیم واحادیث کثیرہ حضور پُر نور نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم وارشادات جلیہ واضحہ امیر المؤمنین مولیٰ علی مرتضٰی ودیگر ائمہ اہل بیت طہارت وارتضا واجماع صحابہ کرام وتابعین عظام وتصریحات اولیائے امت وعلمائے امت رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین سے وہ دلائل باہرہ وحجج قاہرہ ہیں جن کا استیعاب نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸)

ان دلائل باہرہ میں سے ایک قرآنی دلیل ہدیہقارئین ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ اللیل میں ارشاد فرماتا ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰى 0 اور بہت اس سے (یعنی ابوبکر صدیق) دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار۔

الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى 0 جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہو۔

وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى 0 اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى 0 صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى 0 اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

ان آیات مقدسہ میں غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جس ذات کو

''اتقیٰ'' فرمایا، اس کے چار اوصاف ذکر فرمائے پہلا وصف۔ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنا مال لٹاتا ہے۔ دوسرا وصف۔ اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے۔ تیسرا وصف۔ اسے صرف اور صرف رضائے الٰہی مطلوب ہے۔ چوتھا وصف۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ خوشخبری سُنائی کہ اسے رب کی رضا حاصل ہوگی۔

یہ سارے اوصاف جس ذات پر صادق آتے ہیں باجماع مفسرین وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر الکبیر میں فرماتے ہیں

اجمع المفسرون منا علیٰ ان المراد منه ابوبکر رضی الله تعالیٰ عنه ۔ترجمہ: اہل سنت کے مفسرین کا اجماع ہے کہ ''اتقیٰ'' سے مُراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

الاتقیٰ یعنی ابابکر الصدیق فی قول الجمیع ۔ترجمہ: ''اتقیٰ'' سے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مُراد ہے۔

الصواعق المحرقہ میں امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہے۔ **قال ابن الجوزی : اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر، ففیها التصریح بانه اتقیٰ من سائر الامة** ۔ترجمہ:۔امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہل سنت کا اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، اور اس میں صراحت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق امت میں سب سے اتقیٰ ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر درِ منثور میں نقل کرتے ہیں کہ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آیت **وسیجنبها الاتقی** اور اس آگ سے وہ بڑا پرہیزگار دور رہے گا۔ اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی یہاں مقصود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنا ہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ باقی تمام لوگوں میں زیادہ متقی ہیں ہم نے انبیاء کے علاوہ لوگوں کو اس لئے خاص کیا ہے کیونکہ عقل، اجماع اور نصوص اس پر دلالت کرتے ہیں (تفسیر مظہری)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آیت کریمہ میں باجماع مفسرین ''اتقیٰ'' سے جناب سیّدنا امام المتقین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مُراد ہیں۔ (مطلع القمرین)

ان تفاسیر کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ ''اتقیٰ'' سے مُراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ حجرات میں ارشاد فرمایا **اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ** ط بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ''اکرم'' یعنی سب سے زیادہ عزت والا، سب سے زیادہ فضیلت والا وہ ہے جو پرہیزگار ہے اور بالاتفاق سب سے بڑا پرہیزگار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

شرح المواقف للجرجانی میں ہے: **افضل الناس بعد رسول الله صلّی الله علیه وسلم هو عندنا واکثر قوماء المعتزله، ابوبکر رضی الله عنه لنا وجوه : الاول، قوله تعالیٰ: سیجنبها الاتقی. الّذی یؤتی ماله یتزکی. قال اکثر المفسرین وقد اعتمد علیه العلماء انها نزلت فی ابی بکر فهو اتقی''، ومن هو '' اتقی'' فهو ''اکرم'' عندالله؛ لقوله**

تعالیٰ: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ. وھو ای: الاکرم عنداللہ ھو الافضل فابوبکر افضل ممن عداہ من الامۃ۔
(شرح المواقف للجرجانی)

ترجمہ:۔ ہمار یا ور اکثر معتزلہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے بعد افضل الناس ابوبکر صدیق ہیں۔اس کی کئی دلیلیں ہیں، اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی اکثر مفسرین نے کہا اور علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں اتری ہے تو ابوبکر صدیق ''اتقیٰ'' ہوئے اور جو ''اتقیٰ'' ہے، وہ اکرم ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اور جو اللہ کے نزدیک اکرم ہے وہی افضل ہے۔لھٰذا ابوبکر صدیق افضل امت ہوئے۔

امام اہلسنت لکھتے ہیں:

کریمہ: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تو نص جلی ہے کہ مدارِ افضلیت زیادتِ تقویٰ ہے، اور بیشتر احادیث واخبار بھی اسی کے مثبت۔اور کریمہ: وَمِنْھُمْ سابق بالخیرات بأذن اللہ ذالک ھو الفضل الکبیر. (سورہ فاطر، ۳۲) [اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا] میں سبقت الی الخیرات، اور کریمہ: لا یستوی منکم من انفق۔ (تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا) [سورہ حدید، آیت ۱۰]
(مطلع القمرین)

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ احادیث کی روشنی میں

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں سب سے افضل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شمار کرتے تھے ان کے بعد حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو۔ (صحیح بخاری، کتاب فضائل النبی)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ان کے صاحب زادے حضرت محمد بن الحنفیہ نے ایک دفعہ عرض کیا: قلت لأبی ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر قلت ثم من قال عمر۔ (بخاری)

کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں کون سب سے بہتر ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ابوبکر، میں نے عرض کیا پھر اُس کے بعد کون تو فرمایا عمر رضی اللہ عنہما۔

عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر خیر الأولین والآخرین وخیر أھل السمٰوٰت وخیر أھل الأرضین الّا النبیین والمرسلین۔
(العلل المتناعیہ لابن جوزی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر وعمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں سے اور بہترین ہیں سب آسمان والوں اور سب زمین والوں سے سِوائے انبیاء ومرسلین کے۔ (بحوالہ مطلع القمرین)

ابوالبختری طائی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر اور وہی آپ کے وصال کے بعد آپ کی اُمت کے والی یعنی خلیفہ ہوں گے۔ اور وہی اُمّت میں سب سے افضل اور سب سے بڑھ کر نرم دل ہیں۔ (ابن عساکر، تاریخ دمشق)

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا أبوبکر وبعد أبی بکر عمر۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد اس امّت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ابوبکر کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ۔
(رواہ الامام احمد باسنادہ)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت باقی اُمت پر قطعی ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ (مولا علی) سے بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنی خلافت اور مملکت کے زمانہ میں جم غفیر یعنی بڑی کثیر جماعت کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس اُمت میں سب سے بہتر ہیں۔

امام ربانی آگے چل کر اسی مکتوب میں مزید فرماتے ہیں کہ:

غرض شیخین کی فضیلت ثقہ اور معتبر راویوں کی کثرت کے باعث شہرت اور تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہے، اس کا انکار سراسر جہالت ہے یا تعصب۔ (مکتوبات ربانی، دفتر دوم، مکتوب ۳۶)

اسی لئے عارف سنی حکیم سنائی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

بود چنداں کرامت و فضلش

کہ اولوالفضل خواند ز والفضلش

روز و شب ماہ و سال در ہمہ کار

ثانی اثنین اذھما فی الغار

صورت و سیرتش ہمہ جان بود

ذات ز چشم عوام پنہا بود

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(بقیہ صفحہ 31 کا)

کے باوجود بھی حضرت عمر نے غلاموں پر حد سرقہ قائم نہیں کیا بلکہ ان کے اس جرم کا ذمہ داران کے آقا (حاطب ابن ابی بلتعہ) کو ٹھہراتے ہوئے ایک اونٹنی کے عوض دو اونٹنی وصول کر کے صاحب حق کو اس کا حق دلایا، چونکہ درحقیقت حاطب ابن ابی بلتعہ ہی اس چوری کے حقیقی قصوروار تھے اس لئے کہ انہوں نے اپنے غلاموں کو بھوکا رکھا یہاں تک کہ انہیں اپنی زندگی کے تحفظ اور بقاء کے لئے چوری کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ یہی سبب تھا کہ حضرت عمر نے ان دونوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمانے کے بعد جب حقیقت حال کا پتہ چلا تو آپ نے اپنے فیصلے سے رجوع کرلیا، اوران کے آقا سے تاوان لیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نصوص کے ظواہر سے کہیں زیادہ شریعت مطہرہ کے باطنی اور حقیقی اہداف ومقاصد پر نظر رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ مندرجہ بالا اوران کے مماثل دیگر مسائل میں ابتدا بظاہر لوگوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید آپ کا یہ فعل قرآن وسنت کے مخالف ہے لیکن فی الواقع وہ شریعت کے عین مطابق ہوتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، درسگاہ نبوت کے تعلیم وتربیت یافتہ جو ہیں۔ کاش عصر حاضر کے علماء بالخصوص مفتیان ذوی الاحترام مسائل شرعیہ کے متعلق حکم صادر فرماتے وقت حضرت عمر کے ان افعال واعمال کو بھی پیش نظر رکھتے۔

☆☆☆☆☆

عظمت یارِ غار مصطفیٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

غلام مصطفیٰ قادری رضوی

دنیائے اسلام میں اس رفیع الدرجت ہستی کو یار غار مصطفیٰ جانشین رسول، نائب مصطفیٰ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی المولیٰ عنہ کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کیا جاتا ہے۔

قرآن واحادیث میں آپ کے بے شمار فضائل واوصاف جمیلہ بیان فرمائے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔(زمر۳۳)اوروہ جوسچ لے کرتشریف لائے اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں:

اس آیت پاک کی تفسیر میں سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:والذی جاء بالصدق سے مرادحضوراقدس ﷺ ہیں اور صدق بہ سے مرادذات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔اسی طرح علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں بیان فرمایا ہے۔(بحوالہ خلفائے رسول ﷺ ۶۳،۶۴)

زبدۂ عاشقاں نائب مصطفیٰ
جس کو ہے لقب صدیق اکبر ملا
جس کے صدق وصفا کا ہے قرآں گواہ
اس کے صدق وصداقت کی کیابات ہے

احادیث کریمہ میں صحابۂ کرام بالخصوص خلفائے راشدین کی فضیلت وعظمت کئی مقامات پر بیان فرمائی گئی ہے مگر یار غارِ مصطفیٰ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت تو کئی ایک جگہ ایسے کلمات کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے کہ عاشقانِ مصطفیٰ ومحبان صحابہ انہیں پڑھ کر مسرت وشادمانی ہی حاصل نہیں کرتے بلکہ عش عش کراٹھتے ہیں۔

سُنیے کیا فرمارہے ہیں کونین کے تاجدار ﷺ:

ہر شخص کے احسان کا بدلہ ہم نے اسے دیدیا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ ہم پر وہ احسان ہے جس کا بدلہ انہیں اللہ تعالیٰ روز قیامت دے گا۔ مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو فائدہ مجھے ابوبکر کے مال نے دیا،اوراگر میں کسی کودوست بناتا توضرورابوبکرکودوست بناتا،اور بے شک تمہارے صاحب (حضوراقدس ﷺ) اللہ تعالیٰ کے محبوب ودوست ہیں۔(الجامع الترمذی، باب مناقب ابی بکرالصدیق)

امیرالمؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحمت نازل فرمائے، مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا، مجھے دارالہجرت مدینہ منورہ میں لائے،اپنے مال سے بلال رضی اللہ عنہ کوخرید کرآزاد کیااور مجھے اسلام میں کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جوفائدہ ابوبکر کے مال نے دیا۔(ترمذی شریف جلددوم باب فضائل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، جامع الاحادیث ۵۶۸/۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جوابوبکر کے مال نے دیا۔ یہ سن کرصدیق اکبر نے گریہ فرمایااور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: مجھ پرابوبکر سے بڑھ کرکسی کا احسان نہیں، اپنی جان ومال سے میرا ساتھ دیااور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا۔(الزلال الانقی)

اسی طرح کی ایک حدیث کریمہ میں آپ کے بڑے بڑے فضائل وکمالات بیان فرمائے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نگاہِ نبوت میں مقام ابوبکر صدیق کیا تھا اور تاجدار کائنات ﷺ نے انہیں کتنا نوازا۔ اختصار کے پیش نظر ایک اور حدیث پاک پیش کر کے اکتفا کرتا ہوں:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا **ای الناس احبُّ الیک قال عائشة قلت من الرجال قال ابوھا**۔ آپ کا لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہ، عرض کیا مردوں سے؟ فرمایا اس کا باپ۔ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) (مشکوٰۃ شریف)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کن کن فضائل وکمالات اور اوصاف حسنہ کو بیان کیا جائے، تاریخ کی کتابوں میں آپ کی بے مثال خوبیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔ آپ خدائے قدیر کے برگزیدہ بندے تھے۔ زاہد وعابد شب زندہ دار، روشن ضمیر، پاک طینت، صاف دل، نشۂ عشق رسالت میں سرشار، غریبوں، بیکسوں اور بے بسوں کے غمگسار، صبر واستقامت کے پیکر، پاکیزہ مزاج، خوش اخلاق، بلند ظرف اور صابر وشاکر تھے، آپ کی سیرت وحالات میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی بُت کو سجدہ نہیں کیا۔

اخلاقی باختگی کے اس دور میں مے خواری، قمار بازی سے آپ ہمیشہ دور رہے۔ دولت مند ہونے کے باوجود غرور اور تکبر کی انہیں ہوا تک نہ لگی تھی۔ بات کے سچے، وعدہ کے پکے، بڑے خوش خلق، بلند کردار، عالی ظرف، تحمل وبردباری کے پیکر۔ الغرض ان صفات جمیلہ کے باعث تمام اہل مکہ دل سے ان کا احترام کرتے تھے۔ معاشرہ کے ہر طبقہ میں ان کی عزت کی جاتی تھی۔ آپ کے پاس آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا، ہر شخص سے آپ عزت سے پیش آتے اور ہر ممکن طریقہ سے اس کی دلجوئی کرتے۔ ان خداداد خوبیوں کے باعث آپ کے احباب کا ایک وسیع حلقہ معرض وجود میں آگیا تھا جو مکہ کے چیدہ چیدہ افراد پر مشتمل تھا، ان لوگوں کو آپ پر مکمل اعتماد تھا، ہر اہم کام میں مشورہ کے لئے وہ لوگ آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کی صائب رائے سے مستفید ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو شرف ایمان سے مشرف فرمایا اور ان کا دل نور ہدایت سے منور ہوگیا تو آپ کی طبع فیاض نے گوارا نہ کیا کہ لوگ اندھیروں میں بھٹکتے رہیں۔ آپ نے اپنے دوستوں کے حلقہ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ جن پر آپ کو اعتماد تھا چنانچہ آپ کی کوششیں بارآور ہونے لگیں اور بڑی بڑی شخصیتیں دین اسلام کو قبول کر کے امت مسلمہ میں شامل ہونے لگیں۔ وہ سعادت مند روحیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مساعی جمیلہ سے مشرف باسلام ہوئیں ان میں سے چند نام یہ ہیں:

امیر المؤمنین سیدنا عثمان ابن عفان، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم (ضیاء النبی ۲/ ۲۳۲۔۲۳۳)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہر کمال اور خوبی اپنی جگہ پر بے مثال ہے مگر آپ کے وصف عشق والفت رسول علیہ الصلاۃ والسلام پر تو عاشقانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صفحات کے صفحات لکھ ڈیے مگر ان کا یہ وصف اور خوبی مکمل بیان نہ ہوسکی، اور اس والہانہ محبت اور جذبۂ صادق کی بنا پر عنایات مصطفوی کی بارش بھی آپ پر رم جھم رم جھم برستی تھی۔

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفاء
عزوناز خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام (باقی صفحہ ۱۳ پر)

عمر فاروق اعظم۔حیات وکارنامے

فتح احمد بستوی مصباحی

حضورﷺ نے یہ بشارت بھی دی ہے کہ اللہ عزوجل جس شخص سے سب سے پہلے مصافحہ فرما کر سلام بھیجے گا اوراس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔(تاریخ الخلفاء ص ۲۷۹) حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ اصحاب جنت کے چشم وچراغ ہیں۔(ایضاً ص ۲۸۰) حضورﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کی امت میں ایک محدث (یعنی صاحب الہام اور نمائندہ وترجمان) ہوتے رہے، اگر میری امت میں کوئی محدث ہوسکتا ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۲۲) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ محدث کیسا ہوتا ہے؟ تو حضورﷺ نے فرمایا محدث وہ ہوتا ہے جس کی زبان سے ملائکہ بات کریں۔(خطبات محرم ص ۱۱۸)

حضورﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور ان کے قلب پر حق کو جاری فرما دیا ہے۔(معجم کبیر اول ص ۳۵۴) اور اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوسکتے تھے۔لیکن میں آخری نبی ہوں لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(تہذیب التہذیب ص ۲۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ کی رائے کے موافق قرآن پاک میں بیس سے زائد آیتیں نازل ہوئیں، مثلاً آیت حجاب، حرمت شراب اور مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کے بارے میں وغیرہ، نزل القرآن بموافقته فی اشیاء۔(ایضاً)

حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوّت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہﷺ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سلام کے بعد فرمادیجئے کہ ان کا یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غضب وغصہ عزیز و پسند ہے اور ان کی رضا و غبت کے مطابق حکم ہوا کرتا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۲ص ۵۱۳، تاریخ الاسلام ۳ص ۲۵۸)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی بھی مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ہزاروں کے مجمع میں کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر ارشاد فرمایا کہ حضورﷺ کے بعد سب سے افضل و بہتر حضرت ابوبکر صدیق ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۸/ ۵۱۷) حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم لوگ جانتے ہو کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کون ہیں؟ پھر خود ہی جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ دونوں یعنی حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اسلام کے ماں باپ ہیں۔(ایضاً ص ۵۲۵)

حضورﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جب جبریل (علیہ السلام) میرے پاس آئے تو میں نے ان سے کہا اے جبریل! عمر (رضی اللہ عنہ) کے فضائل بیان کرو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ اگر میں عمر نوح تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان

کروں تب بھی پورے نہیں ہوسکتے، حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب وفضائل کا ایک جز و حصہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۷۴)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بے شمار محامد و خصائص اور مناقب وفضائل میں سے یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ان دونوں حضرات کو اپنا زمینی وزیر بتایا، ان دونوں کو اپنی آنکھ اور کان فرمایا، کہیں فرمایا کہ اللہ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے تم دونوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے ذریعہ میری مدد فرمائی، اور کبھی یہ حکم بھی صادر فرمایا کہ اے لوگو! میرے بعد تم لوگ ان دونوں یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا۔ (سیر اعلام النبلاء ۲ ص ۵۱۱، تاریخ الاسلام ۳ ص ۲۵۷)

انہیں احادیث وفرامین رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر دنیا سے رخصت ہونے سے قبل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ سے رائے مشورہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اپنی وصیت میں یہ بھی لکھوایا کہ ''اے لوگو! میں نے اپنے بعد تمہارے اوپر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ مقرر کیا ہے، ان کے احکام کو سننا اور ان کی تعمیل کرنا۔'' (تاریخ الخلفاء ص ۲۲۱)

امام زہری کہتے ہیں کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اسی روز یعنی سہ شنبہ ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت کی، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلوت میں بلا کر کچھ وصیتیں کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واپس چلے جانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائی کہ اے الہ العلمین! یہ جو کچھ میں نے (خلیفہ بنانے کے سلسلہ میں) کیا ہے اس میں میرا مقصود مسلمانوں کی فلاح و بہبود ہے، اے اللہ! عمر رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں شامل کر اور عوام ورعیتِ اسلام کو بہتر اور صالح زندگی بسر کرنے کی توفیق رفیق عطا فرما۔ (ایضاً ص ۲۲۱)

تاریخ میں سب سے پہلے حضرت رضی اللہ عنہ کو ''امیر المؤمنین'' کے لقب سے یاد کیا گیا۔ (دائرۃ المعارف ۶ ص ۷۰۷)

اسلام اور مسلمانوں کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے سلسلہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی عقل ودانش، فہم وفراست اور ذکاوت وبصیرت سے نہایت صحیح فیصلہ اور بڑا ہی اجتہادی کام کیا، کیونکہ اسلام کی شوکت، مسلمانوں کی عزت، کافروں کی ذلت، ملکی انتظامات اور اسلامی فتوحات جس قدر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہوئیں تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں بھی قریش کی سفارتی ذمہ داریاں نبھاتے تھے۔ عہدۂ قضا ان کے خاندان میں تھا، تجارت آپ کا ذریعۂ معاش تھی۔ عدل ومساوات، رحمت ورأفت، محبت وشفقت، جلالت وشجاعت، بے باکی وبہادری، شدتِ مزاجی وخودنداری آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ (دائرۃ المعارف ۶ ص ۷۰۷)

السابقون الاولون، اصحاب بدر، عشرۂ مبشرہ، خلفائے راشدین میں شامل اور حضور ﷺ کے خُسر ہونے کا شرف حاصل ہونے کے باوجود، خشیتِ الٰہی، نیابتِ رسول اور امارت مومنین کے اعمال وافکار میں ہمیشہ روتے رہنے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے چہرے پر دو کالے نشان بن گئے تھے۔ روتے روتے کبھی کہتے اے کاش! میں ایک کنکر ہوتا، اے کاش! میں کچھ نہ ہوتا، اے کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ ہلکے لباس، معمولی غذا اور سادہ زندگی کی عادت بنالی۔ کبھی کبھی کوچہ وبازار میں خود اپنے کندھوں پر لکڑیاں اور گھڑیاں اٹھاتے پھرتے تا کہ غرور وتکبر نہ پیدا ہو۔(افادات سیر اعلام النبلاء ۲ص ۵۲۲ودیگر کتب)

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ تو یہ ہے کہ خود حضورﷺ فرماتے ہیں کہ ''میں نے جنت میں سونے کا ایک محل دیکھا تو پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ جب بتایا گیا کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل ہے، تو ان کی غیرت کے پیش نظر بغیر داخل ہوئے ہی اس محل سے میں واپس ہوگیا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سُنا تو عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان! یا رسول اللہﷺ کیا میں آپ پر بھی غیرت کروں گا۔'' (یعنی آپ اندر کیوں نہیں تشریف لے گئے؟ عمر کا سب کچھ آپ ہی سے آپ ہی کا تو ہے۔(تفہیم وتسہیل سیر اعلام النبلاء ۲ص ۱۷۔۵۱۶)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے سات شادیاں کیں اور مختلف ازواج سے تقریباً گیارہ اولاد ہوئیں۔

(تلخیص سیر اعلام النبلاء ۲ص ۵۲۵)

آپ نے کچھ ایسے مستحسن کام کئے کہ آپ سے پہلے کسی نے نہ کیا، ان کاموں کو ''اوّلیاتِ عمر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً پہلے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیا کرتے تھے تو **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کے بعد **حیّ علی الصّلوٰۃ** پکارا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز پیش کی کہ تم **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کے بعد **اشھد ان محمد رسول اللہ** بھی کہا کرو، حضورﷺ نے سنا پسند کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جس طرح عمر کہتے ہیں ویسے ہی کیا کرو۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۹۱)

یعنی اذان میں حضورﷺ کا اسم گرامی سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکھا۔ اسی طرح غالباً ماہ ربیع الاول ۱۶ھ میں مجلس مشاورت بلا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کے بعد پہلے آپ ہی نے تاریخ وسن ہجری لکھنے کا آغاز فرمایا۔

(دائرۃ المعارف ج ۶، سیر اعلام النبلاء ج ۲، تاریخ الخلفاء)

۱۴ھ میں تراویح کی نماز سب سے پہلے آپ ہی نے جماعت کے ساتھ پڑھائی، ۱۷ھ میں مسجد نبوی شریف کی توسیع فرما کر اس میں ٹاٹ کا فرش بچھوایا۔ مسجدوں میں قندیلیں روشن کیں، نماز جنازہ میں چار تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا، شہروں میں قاضی مقرر فرمائے، بیت المال قائم کیا، دُرّہ ایجاد کیا وغیرہ اور آپ ہی نے مقام ابراہیم کو ہٹا کر اس جگہ قائم ونصب کیا جہاں اب وہ موجود ہے، ورنہ پہلے مقام ابراہیم بیت اللہ یعنی کعبہ شریف سے ملا ہوا تھا۔(تاریخ الخلفاء)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ ان میں سے چند بطور اختصار یہ ہیں:

(۱) ملک ایران کے صوبہ آذر بائیجان کے پہاڑی شہروں میں ایک شہر ''نہاوند'' ہے جو مدینہ شریف سے بہت ہی کافی دوری پر ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہاں اسلامی لشکر کفار سے جہاد کر رہا تھا جس کی قیادت حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے، چاروں طرف سے کفار نے گھیر رکھا تھا، ایسا لگتا تھا کہ اسلامی فوج

اب ہار جائے گی۔ مسجد نبوی مدینہ میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی آلہ خبر و مشاہدہ کے اس جنگ کا نقشہ بھی ملاحظہ کیا اور جنگی تدبیر و فوجی حکمت عملی کے تحت دورانِ خطبہ تین مرتبہ یا ساریۃ الجبل ۔ کہ کر ان کی رہنمائی فرمائی اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پہاڑ کی طرف جانے کو کہا نیز بلا کسی مشین کے اپنی آواز مدینہ طیبہ سے نہاوند پہنچادی، آپ کے حکم و اشارے کی تعمیل سے اسلامی لشکر فتحیاب ہوگیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھلی ہوئی بہت ہی مشہور و معروف کرامت ہے۔ (تاریخ الخلفاء، خطبات محرم وغیرہ)

(۲) اسی طرح آپ کے دور خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ اہل مصر سال میں ایک مرتبہ کسی خاص دن ایک کنواری اور جوان لڑکی کو سجا سنوار کر دُلہن بنا کر زندہ دریائے نیل میں اس لئے ڈالتے چلے آرہے ہیں تا کہ دریائے نیل خشک نہ ہو اور ان کی کھیتیوں اور ضرورتوں پر ضرب نہ پڑے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب لغو اور بیکار باتیں ہیں، اسلام میں ان باطل رسموں کی کوئی گنجائش نہیں۔ اتفاق کہ چند دنوں بعد دریائے نیل واقعی بالکل خشک ہوگیا، لوگ بے حد پریشان ہوگئے کچھ لوگوں نے وطن چھوڑنے کا مکمل ارادہ کرلیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مکمل حالات لکھ کر حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ ایک رقعہ روانہ کر رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔ اس رقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا کہ ''اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو بذات خود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو اور اگر خدائے عز و جل تجھ کو جاری کرتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا، صبح کو مصر والوں نے دیکھا کہ اللہ نے اس دریا کو اس طرح جاری فرمادیا ہے کہ سولہ گز اوپر پانی چڑھا ہوا ہے، اس کے بعد سے اب تک دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سوکھا اور مصر والوں کی وہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ (بزرگوں کے عقیدے ص ۳۵ و دیگر کتب)

(۳) حضرت امام رازی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں سورہ کہف کی تشریح میں لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ میں کسی گھر کو آگ لگ گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چیتھڑا منگایا اور اس پر لکھا ''اے آگ حکم خداوندی سے تھم جا'' لوگوں نے وہ چیتھڑا آگ میں ڈال دیا تو آگ فوراً بجھ گئی۔ (بزرگوں کے عقیدے ص ۳۶ بحوالہ جامع کرامات اولیاء)

(۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ زبردست زلزلہ آیا جس کی وجہ سے زمین بار بار ہلتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا بیان کی اور زمین پر اپنا کوڑا مار کر فرمایا، ٹھہر جا! کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا؟ یہ کہنا تھا کہ زمین ٹھہر گئی اور زلزلہ فوراً ہی بند ہوگیا۔

(بزرگوں کے عقیدے ص ۳۶ بحوالہ برکات الصالحین اول)

(۵) حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے نواح و اطراف میں اینٹیں بنا رہے تھے، سورج کی تیز شعاعیں آپ کی پشت مبارک پر پڑ رہی تھیں، سورج کی گرمی نے آپ پر اثر کیا، تو

آپ نے نہایت خشمگیں اور غصہ ہوکر سورج کی طرف دیکھا جس سے سورج کی تابانی جاتی رہی، دنیا تاریک ہوگئی، پورے مدینہ میں شور برپا ہوگیا کہ قیامت آگئی، پھر آپ نے نگاہِ لطف وکرم سے سورج کی طرف دیکھا، تو اللہ تعالیٰ نے سورج کی روشنی اسے واپس لوٹادی۔

(بزرگوں کے عقیدے ص ۳۶ بحوالہ سیر الاولیاء)

ان واقعات وکرامات سے ظاہر ہوا کہ جو اللہ ورسول کی محبت سے سرشار ہوا کرتا ہے وہ بحروبر اور زمین وآسمان ہر جگہ حکومت کرتا ہے اور دنیا کی ساری چیزیں اس کے تابع فرمان ہوجایا کرتی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامتیں اس کا بین ثبوت ہیں۔

یوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بشارت آسمانی کتاب توریٰت میں بھی دی گئی ہے جسے امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کعب احبار کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی بارگاہِ الٰہی میں یوں دعا فرمایا کرتے تھے "اے الٰہ العٰلمین! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے مقدس رسول اللہ ﷺ کے مبارک شہر میں مجھے موت نصیب فرما۔" (خطبات محرم ص ۱۴۴ بحوالہ تاریخ الخلفاء)

یہ بشارت ودعا حضور ﷺ کے اس فرمان کے بعد قطعی مقدر ومسلم ہوگئی کہ جب ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ احد پہاڑ پر چڑھے تو اس وقت احد پہاڑ (اپنی قسمت وخوشی پر جھومنے اور) ہلنے لگا، تو حضور ﷺ نے فرمایا اے اُحد! ٹھہر جا اور جان کر یقین رکھ کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو (عمر وعثمان) شہید ہیں۔" (بخاری اول ص ۵۱۹) پس الامر فوق الادب ۔ کے تحت احد پہاڑ خاموش کھڑا رہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر اسلام یقیناً روئے گا۔ (معجم کبیر اول ص ۶۸) یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سانحۂ ارتحال اسلام وعالم اسلام کے لئے باعث رنج والم اور باعثِ نقصان وخسران ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر، شہادت اور تدفین کے سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں۔ مگر سب کا نتیجہ وحاصل یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلو فیروز مجوسی منافق نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ بدھ کی صبح نماز فجر کی تکبیر تحریمہ کے وقت مسجد نبوی شریف میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، کئی کاری ضرب لگائے، دیگر کئی لوگوں کو بھی زخمی کیا اور خود بھی خودکشی کرلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا "اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی" پھر انتخاب خلیفہ کے لئے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن وقاص (رضی اللہ عنہم) کی چھ رکنی ایک کمیٹی بنا کر فرمایا کہ تم لوگ آپسی صلاح ومشورہ کے بعد انہیں چھ میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلینا۔ بعدہٗ باتفاق رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوگئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جاؤ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کرو کہ "عمر اپنے دونوں دوستوں (حضور ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کے پاس دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے والد گرامی کی خواہش وتمنا کا اظہار کرتے

ہوئے اجازت چاہی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ جگہ تو میں نے خاص اپنے لئے محفوظ کر رکھی تھی، مگر آج اپنی ذات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتے ہوئے اس کی اجازت دیتی ہوں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنے بیٹے سے پھر فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد اور دفن سے پہلے ام المؤمنین سے ایک مرتبہ پھر اجازت لے لینا۔ زخمی ہونے کے تین دن بعد دس سال چھ ماہ چار دن امورِ خلافت کو انجام دے کر ترسٹھ سال کی عمر میں آخری ذی الحجہ ۲۳ھ کو وفات وشہادت پائی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری بھی اجازت مل جانے کے بعد یکم محرم ۲۴ھ یکشنبہ کو روضۂ رسول میں مدفون ہوئے۔

(تلخیص سیر اعلام النبلاء ج ۲، دائرۃ المعارف ج ۶ معجم کبیر اول، تاریخ الاسلام ۳، تاریخ الخلفاء، اُسد الغابہ اردو ۶/۷ وغیرہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے پردہ فرمایا تو آپ کی ظاہری عمر ۶۳ سال تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۶۳ سال کی عمر میں وصال کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو وہ بھی ۶۳ سال کے ہی تھے۔ (معجم کبیر اول ص ۶۹، سیر اعلام النبلاء ۲ ص ۵۳۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کے دن میں نے دیکھا کہ سورج کو گہن لگا ہوا ہے۔ (معجم کبیر اول ص ۷۱) یعنی جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اس دن سورج کو ایسا گہن لگا کہ پورے مدینہ میں (معاذ اللہ) اندھیرا چھا گیا، اِدھر لوگوں کا رونا اُدھر سورج کا سیاہ ہونا ایک قیامت کا منظر تھا، مدینہ طیبہ کے پیارے بچے اپنی اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے کہ ماں! کیا آج قیامت ہے؟ مائیں کہتی تھیں کہ نہیں۔ بلکہ آج (امیر المؤمنین، امین المؤمنین، سید المؤمنین، خلیفۂ رسول) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ جو یقیناً **موت العالم موت العالم** کا مصداق ہے۔ اللہ ہمیں سیرت فاروقی پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ، ہم زبانِ نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

حضرت عمر فاروق اعظم کی فقاہت

تاج محمد خان ازہری

اصحاب رسول ﷺ میں سے متعدد صحابہؓ کرام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا لیکن کسی بھی صحابی کی شخصیت سے میں اس قدر متاثر نہ ہوا جتنا کہ صحابیٔ جلیل حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے متاثر ہوا، ایک میں ہی کیا، میرے پیش رو تو اس عبقریٔ زمانہ سے مجھ سے بھی کہیں زیادہ متاثر ہوئے۔ اس یکتائے روزگار شخصیت سے متاثر ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ مصر کے عظیم مفکر و ادیب عباس محمود العقاد نے **عبقریہ عمر** جیسی معرکۃ الآراء کتاب تصنیف کردی۔ محقق عصر پروفیسر محمد بلتاجی حسن کے لئے اس پروانۂ رسالت کی ذات گرامی عباس محمود العقاد سے بھی زیادہ متاثر کن رہی لھذا انہوں نے اپنے ایم۔فِل کے مقالے کا عنوان ہی حضرت عمر کی ذات کو بنایا، اور تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ایم فِل کا رسالہ بعنوان **منہج عمر بن خطاب فی التشریع** تحریر فرما کر حضرت فاروق اعظم کی شخصیت پر قلم اٹھانے والے کارواں کے سپہ سالار بن گئے۔

لیکن میرا یا مجھ جیسے دیگر افراد کا حضرت سیدنا عمر کی نابغۂ روزگار شخصیت سے متاثر ہونا کوئی معنی اس لئے نہیں رکھتا کہ ہم سب ان کے در دولت کے ادنیٰ سوالی اور غلام ہیں، اور یہ دستور دنیا ہے کہ ہر غلام اپنے آقا کی مدح سرائی کرتا ہے اور اس کی عظمتوں کے گیت گاتا ہے۔ یہ بات باعث فخر و مباہات تو اس وقت سمجھی جاتی جب کوئی بیگانہ ان کی عظمت و شان کا معترف ہوتا، اس لئے کہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے: **الحق ما شهدت به الاعداء** صحیح معنوں میں حق وہی ہے جس کی گواہی خود دشمن دے۔ مذکورہ عربی ضرب المثل حضرت عمر کی ذات گرامی پر صدفی صد صادق آئی، اور اس کی زندہ وجاوید مثال مائکل ہارٹ کی مشہور زمانہ تصنیف دی ہنڈرڈ گریٹس آف دی ورلڈ (The hundred greats of the world) ہے، جس میں انہوں نے دنیا کی سو عظیم شخصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے مذہب اسلام سے صرف بانیٔ اسلام حضرت محمد عربی ﷺ اور حضرت سیدنا عمر فاروق کا ذکر کیا ہے۔ تاریخ اسلام میں صدیق، عثمان، علی، حمزہ، خالد بن ولید، طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) جیسے فرسان عرب کی موجودگی میں مائکل ہارٹ کا صرف حضرت فاروق اعظم کی ذات کا انتخاب، یقیناً ان کی انفرادیت اور شان امتیازی کی بین دلیل ہے۔ شاید حضرت عمر کی یہی شان امتیازی رسول گرامی وقار ﷺ کے اس فرمان عالیشان کا بھی باعث تھی جبکہ آنحضور ﷺ نے اپنے کسی اور صحابی کے بارے میں نہ فرما کر صرف اور صرف حضرت عمر کے بارے میں فرمایا: **لو كان نبی بعدی لكان عمر**۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو قائدانہ، مدبرانہ و مفکرانہ اور تفقہ فی الدین کی استعداد وصلاحیت ذات فاروق میں ملاحظہ فرمایا شاید یہ اوصاف واضح طور پر دیگر اصحاب

میں شاذ و نادر تھے۔ نبی رحمت ﷺ کے ظاہری دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے جب آپ نے زمام خلافت سنبھالی تو فرمان رسالت مآب ﷺ میں مخفی تمام اسرار ورموز ظاہر و باہر ہوئے اور لوگوں کو عملی طور پر یہ سمجھ میں آ گیا کہ رسول کریم ﷺ حضرت عمر فاروق ہی کو کیوں اپنے بعد منصب نبوت ورسالت کا اہل جانتے تھے۔ یہ بات اب میں قارئین کی خدمت میں دلائل و براہین کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

یہ بات مسلم ہے کہ درسگاہ نبوت سے تعلیم اور فیض یافتہ تمام صحابۂ کرام اپنے اپنے علم وفن میں حاذق و ماہر تھے، لیکن امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی میں تفقہ فی الدین کا جو ملکہ تھا وہ شاید ہی دیگر اصحاب نبی میں موجود تھا، میرے اس دعوے کی صداقت کا اندازہ قارئین کو آئندہ سطور میں از خود ہو جائے گا

اسلام مذہب حق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مکمل نظام حیات بھی ہے، حیات انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جسے اسلام نے تشنہ چھوڑا ہو، چاہے وہ مسائل عبادات ہوں یا احکام معاملات، ہر مسئلے اور ہر شئے کا تسلی و تشفی بخش حل اسلام میں موجود ہے، اس لئے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ خلاق دو عالم کا ارشاد گرامی ہے: **ما فرطنا فی الکتاب من شئ۔** (ہم نے قرآن مقدس میں کسی بھی چیز کو نظر انداز نہیں کیا) مسائل ہامہ: نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تو اپنی جا، صدقات وعطیات اور ہدایا وتحائف جیسے مسائل سے بھی اسلام نے چشم پوشی نہیں کی۔ رسول ہاشمی کا فرمان عالیشان ہے: **تھادوا تحابوا۔** ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو، اس لئے کہ اس سے آپس میں الفت پیدا ہوتی ہے۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو محض صدقات وزکوٰۃ دینے پر ابھارا ہی نہیں بلکہ اس کے حقیقی مستحقین، صحیح مصارف اور اس کے اغراض ومقاصد کو بھی واضح کیا ہے۔ رب کریم کا ارشاد پاک ہے: **انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله۔** زکوٰۃ تو صرف ان کے لئے ہے جو فقیر، مسکین اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں، اور جن کی دلداری مقصود ہے، نیز گردنوں کو آزاد کرانے، مقروضوں کے لئے، اللہ کی راہ میں، مسافروں کے لئے، یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے۔

آیت کریمہ کی روشنی میں زکوٰۃ کے یہ آٹھ مصرف ہیں۔ محسن کائنات جلّ مجدہ کے اس احسان عظیم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے زکوٰۃ کے ان آٹھ مستحقین میں کہیں سادات کرام کا ذکر نہیں فرمایا ورنہ حال یہ ہوتا کہ لوگ دخول جنت کی طمع میں صدقہ وزکوٰۃ بھی صرف اور صرف سادات ہی کو دیتے اور بقیہ مستحقین ایک ایک لقمہ کے لئے ایڑیاں رگڑ کر دم توڑ دیتے۔ شاید شارع علیہ السلام کے پیش نظر بھی یہ بات رہی ہوگی، اسی لئے آپ نے بھی فرمایا: **ان الصدقة لا تحلّ لآل محمد، انما هی أوساخ الناس۔** صدقہ آل محمد کے لئے حلال نہیں کیونکہ یہ لوگوں کا میل کچیل ہے۔

کون صاحب عقل ہے جو مال ودولت کے تأثیر وتأثر سے انکار کرے گا اسی مال وزر کے ذریعہ عہد قدیم میں بڑے بڑے دشوار گزار کاموں کو آسان سے آسان تر بنایا گیا ہے، اور آج بھی اسی مال ودولت کی بدولت نہ معلوم کتنے مستحیل کام ممکن میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ خود ہم جس ملک میں زندگی گزار رہے ہیں اس کے لٹیرے

نگہبان۔ رہزن درلباس رہبر۔ اگر چھی دیوی کی پوجا نہ کرتے تو شاید ہم مسلمانوں کا اس ملک میں کوئی بھی کام نہ ہو پاتا۔ خود رسول پاک ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ نے گردونواح کے کفار ومشرکین اور یہودیوں سے معاہدہ کیا کہ اگر خارجی کوئی دشمن تم پر حملہ آور ہوگا تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور اگر کوئی ہم پر یلغار کرتا ہے تو تم لوگ ہماری اعانت کرنا، گوکہ حضور اکرم ﷺ اور یہود مدینہ کے مابین یہ معاہدہ تھا لیکن اس کے باوجود پیکر جود وسخا ﷺ حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے ایک حکمت عملی کے تحت رؤسائے مدینہ جو کہ ابھی دولت ایمان سے محروم تھے انہیں مسلمانوں کی طرح بلکہ اہلِ ایمان سے بھی کہیں زیادہ مال وزکوٰۃ سے حصہ عطا فرماتے تھے۔

ایک موقع پر قاسم نعمت ﷺ مال زکوٰۃ تقسیم فرمارہے تھے، آپ نے عینیہ بن حصن اور اقرع بن حابس جیسے کفار کو تو عطا فرمایا لیکن جعیل بن سراقہ الضمری جیسے مؤمن کامل کو کچھ نہیں عطا فرمایا، اصحاب رسول میں سے کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ نے عینیہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو ان کے کفر کے باوجود مال کثیر عطا فرمایا، جعیل بن سراقہ الضمری جبکہ مؤمن صادق ہیں آپ نے انہیں ترک فرمادیا، تو منبع علم وحکمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نزدیک جعیل بن سراقہ الضمری، عینیہ بن حصن اور اقرع بن حابس تو کیا بلکہ دنیا ومافیہا سے بہتر اور عزیز ہیں لیکن میں نے ان دونوں کو اس لئے عطا کیا کہ شاید یہ خدائے وحدہ لاشریک کی وحدانیت کے قائل ہو جائیں، اور جعیل بن سراقہ الضمری کو اس لئے ترک کردیا کہ وہ مؤمن کامل ہیں، ایمان ان کے قلب وجگر میں اسی طرح رچ بس چکا ہے کہ اب مجھ کو ان کے ارتداد کا خدشہ نہیں ہے۔

رسول گرامی وقار ﷺ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے: **الرجل الجائع ضعيف الايمان يصعب عليه الايمان بأى شىء،** ۔تنگ دست انسان ضعیف الایمان ہوتا ہے وہ پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے ہر قدم اٹھا سکتا ہے۔ مال وزر کی اسی اہمیت کے پیش نظر آپ اہلِ ایمان سے زیادہ کفار ومشرکین کو عطا فرمایا کرتے تھے۔ رسول کریم کی اس حکمت عملی کا راز صفوان بن امیہ کے اس قول سے اجاگر ہوتا ہے۔ صفوان بن امیہ نے کہا: **أعطانى رسول الله صلى الله عليه وسلم وانه لأبغض الناس الىّ ، فما زال يعطينى حتى انه لأحب الخلق الىّ** ۔رسول اکرم ﷺ مجھے مال عطا فرماتے لیکن میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ ناپسندیدہ انسان تھے، مگر وہ مجھے عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ میری نظر میں تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہوگئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے جو چیز بھی اسلام کے نام پر طلب کی گئی آپ نے کبھی انکار نہیں فرمایا، ایک بار آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مال طلب کیا۔ رسول پاک نے صدقہ کی بکریوں میں سے ریوڑ کا ریوڑ عطا فرمادیا، جب وہ شخص اپنی قوم میں پہنچا تو اس نے لوگوں سے کہا: **یا قوم أسلموا ، فان محمدا يعطى عطاء من لا يخشى الفاقه** ۔ اے میری قوم کے لوگو! محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ اس لئے کہ محمد اتنا نوازتے ہیں کہ اس کے بعد فقر وفاقہ کا خوف نہیں رہتا۔ اس قول میں صداقت بھی ہے اس لئے کہ سن آٹھ ہجری میں جب مسلمانوں نے ہوازن فتح کیا تو اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے بعض روسائے

قبائل مثلاً: ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ وغیرہم کو سو سو اونٹ تالیف قلب کے طور پر عطا فرمائے۔

ممکن ہے کہ یہاں ہمارے قارئین کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ رسول کریم ﷺ وہ کفار مکہ جو ابھی حلقہ بگوش اسلام بھی نہیں ہوئے تھے انہیں اہل ایمان سے زیادہ کیوں کر مال وزر عطا فرماتے تھے؟ تو میں قارئین کے اذہان میں ابھرنے والے اس شبہ کا ازالہ کرنا چاہوں گا کہ نبی رحمت ﷺ کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا تھا، آپ جن افراد واشخاص کو مال غنیمت اور صدقہ وزکوٰۃ کے اموال سے حصہ عطا فرماتے تھے ان کو تین انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) وہ مشرکین جو بالکلیہ اسلام سے دور تھے اور اسلام میں ذرہ برابر بھی رغبت نہیں رکھتے تھے۔ لیکن رسول پاک ﷺ پھر بھی صدقہ وزکوٰۃ کے اموال سے ان کی تالیف قلب اس لئے فرماتے تھے تاکہ یہ لوگ مسلمانوں کو تکلیف وگزند نہ پہنچائیں اور بوقت ضرورت خارجی دشمنوں کے خلاف ان کی مدد حاصل کی جاسکے۔

(۲) وہ مشرکین جو قبائل کے رؤساء اور سردار تھے لیکن مذہب اسلام کے تئیں ان کے دلوں میں نرم گوشہ ضرور تھا نیز دعوت اسلام کو قبول کرنے میں نظر ثانی کرنے کے لئے مستعد اور تیار تھے لھذا نبی پاک ﷺ انہیں اس لئے مال وزر عطا فرماتے تاکہ انہیں اپنے قریب کرسکیں۔ نتیجۃً یا تو وہ آپ پر ایمان لے آتے یا کم ازکم ان کی اسلام دشمنی میں خفت آجاتی اور وہ اپنے قوم کے لوگوں کو اسلام لانے سے نہیں روکتے تھے، اور جو لوگ ایمان لاچکے ہوتے تھے انہیں حلقۂ اسلام سے خارج ہونے پر مجبور نہیں کرتے تھے۔

(۳) وہ مسلمان جو ابھی جلد ہی دامن اسلام سے وابستہ ہوئے تھے، ان کا ایمان ابھی تک پختہ نہیں ہوا تھا اور ان کے اذہان پر ابھی تک مادیت کا غلبہ تھا لھذا رحمت عالم ﷺ انہیں اس لئے عطا فرماتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنی مادی ضروریات کی وجہ سے اسلام سے کفر کی جانب پلٹ جائیں، اس لئے کہ پیغمبر اعظم ﷺ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ تہی دست اور تنگ دست انسان ضعیف الایمان ہوتا ہے۔ یہ حقیقت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مزید واضح ہوتی ہے: لو کان الفقر رجلا لقتلتہ۔ غریبی اور مفلسی اگر انسان کی شکل میں ہوتی تو میں اسے قتل کردیتا۔ اسی قول کے ہم معنی ایک کہاوت انگریزی زبان میں بھی ہے: Poverty is the curse یعنی مفلسی لعنت ہے۔

رسول گرامی وقار ﷺ جن اہداف واغراض کے پیش نظر روسائے قبائل کی تالیف قلب کے لئے مال زکوٰۃ سے حصہ عطا فرمایا کرتے تھے آپ اپنے مقاصد میں صدفی صد کامیاب رہے، اس لئے کہ بعد میں جب ہم ان افراد کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان میں سے اکثر افراد از خود حلقہ بگوش اسلام ہوکر اہل ایمان کے مابین مناصب علیا پر فائز ہوئے ہیں۔ علی سبیل المثال اول خلیفہ اموی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ اسی لئے تو ابن قتیبہ نے المعارف میں جہاں ان اشخاص کے اسمائے گرامی شمار کرائے ہیں ان میں سے اکثر کے نام کے ساتھ ثم حسن اسلامہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

رب کریم کے فرمان عالی شان پر عمل کرتے ہوئے رسول خدا ﷺ تا حیات المؤلفة قلوبهم کو صدقہ وزکوٰۃ کے اموال سے

حصہ عطا فرماتے رہے۔آپ کی وفات کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایسے دو افراد بارگاہ ابوبکر صدیق میں حاضر ہوئے جن کو نبی پاک ﷺ تالیف قلب کے طور پر حصہ عطا فرمایا کرتے تھے، لھذا حسب سابق ان لوگوں نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا کہ ہمارے پاس جو زمین ہے وہ زرخیز نہیں ہے اسے قابل کاشت بنانے کے لئے محنت شاقہ درکار ہے اور ہم اس کت متحمل نہیں ہیں اس لئے آپ ہمیں ایسی زمین عطا فرمادیں جو زرخیز ہونے کے ساتھ زیادہ محنت ومشقت طلب نہ ہو نیز آبپاشی وغیرہ کی سہولت کے اعتبار سے بہتر ہو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں مطلوبہ زمین کا قطعہ عنایت فرمادیا اور ایک رقعہ لکھ کر فرمایا کہ فی الحال اس مجلس میں عمر بن خطاب موجود نہیں ہیں لھذا تم دونوں ان کے پاس جاکر ان کی بھی موافقت حاصل کرلو۔

دونوں حضرت فاروق اعظم کے پاس پہنچے، آپ نے رقعہ میں جو لکھا تھا اسے بغور سماعت فرمایا اور پھر وہ کاغذ ان کے ہاتھ سے لے کر تحریر کو محو کر دیا اور فرمایا: رسول کریم ﷺ تم لوگوں کی تالیف قلب فرماتے رہے اس لئے کہ اس وقت اسلام کمزور تھا، مسلمان قلت میں تھے، مگر آج بفضلہٖ تعالیٰ اسلام متین اور قوی ہو چکا ہے اور مسلمان اب اکثریت میں ہیں اس لئے صدقہ وزکوٰۃ کے اموال سے اب تمہیں کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا، جاؤ تم لوگ بھی اسی طرح محنت وجفاکشی کرو جس طرح تمام مسلمان کرتے ہیں۔ دونوں خائب وخاسر ہو کر حضرت صدیق کی بارگاہ میں پہنچے اور حضرت عمر کے متعلق ناپسندیدہ کلمات کہہ کر اپنے غیظ وغضب کا اظہار کیا، لیکن حضرت صدیق اکبر نے حضرت عمر فاروق کے رائے کی موافقت وتائید کی اور اپنے فیصلے سے رجوع کرلیا۔ پھر دونوں کہنے لگے خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟ حضرت صدیق اکبر نے انہیں یہ جواب دے کر خاموش کر دیا کہ خلیفہ وہی ہیں ان شاء اللہ

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت عمر نے حضرت صدیق اکبر اور خود اپنے دور خلافت میں **مؤلفة قلوبهم** کو حصہ نہ عطا فرما کر اس امر کی مخالت نہیں کی جو کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق اور دیگر صحابۂ کرام نے حضرت عمر کے رائے کی موافقت کیسے کی؟ لیکن ہمارا وجدان کہتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا ثاقب نظر شخص نہ تو قرآن کے حکم کی خلاف ورزی کر سکتا ہے اور نہ ہی سنت رسول کی، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت شیخین کے عہد خلافت میں المؤلفۃ قلوبہم کے حقیقی مستحقین ہی نہیں تھے کہ آپ انہیں حصہ عطا فرماتے۔ اس کی مثال بعینہ ایسے ہی ہے جیسے کہ کتاب اللہ میں مال زکوٰۃ کا مستحق فقراء ومساکین کو ٹھہرایا گیا ہے لیکن اگر کسی زمانے میں فقراء ومساکین پائے ہی نہ جائیں تو یقیناً قرآن کی اس آیت کا حکم اس وقت تک موقوف رہے گا جب تک کہ فقراء ومساکین یعنی زکوٰۃ کے حقیقی مستحقین نہ پالیے جائیں۔

فقہ حنفی کے ممتاز امام حضرت کمال الدین بن الھمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ (انما الصدقات.......الی آخر الآیہ) کے محکم ہونے کے باوجود صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی حضرت عمر کے فعل کی مخالفت نہیں کی بلکہ مع خلیفہ تمام اصحاب نبی نے آپ کے رائے کی تائید فرمائی اس لئے کہ حضرت عمر کی رائے تشریع اسلامی کے عین مطابق تھی۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ روسائے قبائل کی تالیف قلب محض اس لئے فرماتے تھے تاکہ مسلمان ان کے شر سے محفوظ رہ کر معاشرے میں باوقار زندگی بسر کرسکیں، لھذا مسلمانوں کی عزت و

حرمت جب وہ قلت میں تھے تو روسائے قبائل کو مال وزر بطور تالیف قلب عطا کرنے میں تھی مگر انتشار اسلام کے بعد جب مسلمان اکثریت میں ہوگئے تو مسلمانوں کا وقار کفار کو مال وزر نہ دینے میں تھا، لھذا مذکورہ آیت کریمہ کی نہ تو تلاوت منسوخ ہے اور نہ ہی حکم، بلکہ یہ خلیفۃ المسلمین کی صواب دید پر منحصر ہے کہ وہ مسلمانوں کے احوال وکوائف (باعتبار قوت وضعف اور باعتبار قلت وکثرت) کے پیش نظر جس میں ان کی بہتری ہو اس آیت کریمہ پر عمل کرے، اگر مسلمان قوی ہیں اور کثرت میں ہیں تو آیت کریمہ کا حکم موقوف ہوگا اس لئے کہ اس صورت میں کفار کو کچھ بھی مال ومتاع دینا مسلمانوں کے لئے باعث ننگ وعار ہے۔ ہاں! البتہ اگر مسلمان ضعیف اور قلیل ہیں تو اس صورت میں آیت شریفہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اہل ایمان کی جان ومال کے تحفظ کے لئے مصلحۃ کفار کو بطور تالیف قلب مال وزر دینا جائز ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بُعد نظر اور آفاقی سوچ کی صرف یہی ایک مثال نہیں بلکہ تاریخ کے صفحات میں ایسی متعدد مثالیں بکھری ہوئی ہیں ان میں سے ایک اور مثال ہم قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

اللہ جل شانہ کا فرمان عالی شان ہے:

والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزآء بما كسبا نكالا من الله ، والله عزيز حكيم۔ (المائدہ،۳۸)

اور چور، چورنی دونوں کے ہاتھ کاٹ لو، یہ اللہ کی جانب سے ان کے لئے کی سزا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ یہ آیت کریمہ محکم ہے نہ تو اس کی تلاوت منسوخ ہے اور نہ ہی اس کا حکم، خود شارع علیہ السلام اور خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مذکورہ آیت پر عمل بھی ثابت ہے، لیکن حضرت عمر کے عہد خلافت میں حاطب ابن ابی بلتعہ کے دو غلاموں کو پیش کیا گیا جنہوں نے قبیلۂ مزینہ کے ایک شخص کی اونٹنی چوری کر کے ذبح کر ڈالا اور اس کا گوشت بھون کر کھایا، نیز انہوں نے سرقہ کا اعتراف کیا، مگر جرم ثابت ہونے کے باوجود بھی حضرت سیدنا فاروق اعظم نے ان پر حد قائم نہیں کیا یعنی ان دونوں کے ہاتھ نہیں کاٹے۔ تو کیا فاروق اعظم کا یہ فعل قرآن وسنت کے حکم کے صراحۃ مخالف نہیں؟ جی نہیں بلکہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب کا یہ عمل شریعت مطہرہ کے عین مطابق ہے۔ اس لئے کہ جب ہم اس جرم کے پس منظر کا جائزہ لیتے ہیں اور ان اسباب وعلل پر غور و فکر کرتے ہیں جنہوں نے ان دونوں غلاموں کو سرقہ جیسے جرم عظیم کا ارتکاب کرنے پر مجبور کیا تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے عام المجاعہ یعنہ قحط کے سال اپنی جان بچانے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا جس کے بارے میں خود خالق کائنات نے قرآن مقدس میں جہاں مردار کا گوشت، خون اور خنزیر کا گوشت حرام فرمایا ہے:

حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير .... الى آخر (الآیہ) وہیں جان بچانے کی غرض سے اشیائے محرمہ کا استعمال بھی مباح فرمایا ہے: **فمن اضطر في مخمصة غير متجانف لاثم، فان الله غفور رحيم۔ (المآئدہ)** خود آقا علیہ السلام کا فرمان عالی شان ہے: **لا قطع في مجاعه مضطر** ۔ کسی شخص نے جان بچانے کی غرض سے اگر چوری کی تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

انہیں نصوص کی بنا پر چوری ثابت ہونے (باقی صفحہ 17 پر)

فضائل وکمالات امیر المؤمنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

علامہ ڈاکٹر فیض احمد چشتی

محترم قارئین کرام: صاحب جود واحسان، جامع قرآن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی عظمت وفضیلت سے نوازا، متعدد خصائص وامتیازات سے بہرہ مند فرمایا اور آپ کو خصائل حمیدہ وصفات عالیہ سے متصف فرما کر مقامات عالیہ ودرجات سنیہ پر فائز فرمایا۔

اٹھارہ (18) ذی الحجہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ ہوئی ہے۔

نسب مبارک

آپ کا نام مبارک ''عثمان'' اور کنیت شریفہ ''ابوعبداللہ'' ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کا نسب مبارک حضرت عبد مناف کے بعد حضور ﷺ کے نسب مبارک سے جاملتا ہے۔

ولادت شریفہ

عام الفیل کے چھٹے سال سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت شریفہ ہوئی، جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں ہے: ولد فی السنة السادسة من الفیل۔ (تاریخ الخلفاء، ج ا، ص ٦٠، چشتی)

آپ کی والدہ محترمہ کا نام ''اروی'' ہے جو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی ہیں، جیسا کہ معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم میں ہے: عثمان بن عفان ... یکنی أبا عبداللہ .... أمه أروی بنت کریز بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف ۔ (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، ج14، ص62)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان پاکباز بندوں کی مدح فرمائی جنہوں نے اپنی راتوں کو شب بیداری سے مزین کیا، جن کی جبینیں بارگاہ خداوندی میں خم رہتی ہیں، جن کے دل خوف الٰہی سے معمور رہتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کی رحمت کے امیدوار بنے رہتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے: اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ ترجمہ: بھلاوہ شخص جو رات کی گھڑیاں سجدہ کرتے ہوئے عبادت میں بسر کرتا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے وہ اور مشرک برابر ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ آپ فرمادیجئے! کیا کبھی علم والے اور جاہل برابر ہوسکتے ہیں؟ اس کے سوا نہیں کہ صرف عقلمند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ (سورۃ الزمر، 9)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ مذکورہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ تفسیر درمنثور میں روایت ہے: أخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویه وأبو نعیم فی الحلیة وابن عساکر عن ابن عمر رضی الله عنهما ، أنه تلا هذه الآیة (أمن هو قانت آناء اللیل ساجداً وقائمًا یحذر الآخرة ویرجوا رحمة ربه...) قال: ذاک عثمان بن عفان. وفی لفظ نزلت فی عثمان بن عفان۔

امام ابن منذر، امام ابن ابوحاتم، امام ابن مردویہ، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے یہ آیت کریمہ ''أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ

اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا ....'' تلاوت فرمائی اور کہا کہ وہ ہستی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور فی التاویل بالماثور)

نذہۃ المجالس میں روایت ہے: کان عثمان بن عفان يصوم الدهر ويقوم الليل الا هجعة من أوله قالت أمرأة كان يحيى الليل كله فى ركعة يجمع فيها القرآن ۔ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں روزہ رکھتے اور رات میں قیام فرماتے، رات کے ابتدائی حصہ تھوڑی دیر آرام فرماتے، آپ کی زوجۂ محترمہ نے فرمایا: آپ رات تمام قیام فرماتے اور ایک رکعت میں مکمل قرآن کریم تلاوت فرماتے۔ (نذہۃ المجالس ومنتخب النفائس)

اہل سنت وجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جس طرح ترتیب ہے ان کے درجات وکمالات بھی اسی ترتیب سے ہیں۔

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت منقول ہے: قال على رضى الله عنه على المنبر ألا اخبركم بخير هذه الامة بعد نبيها قالوا بلى قال أبوبكر الصديق ثم قال ألا أخبركم بالثانى قالوا بلى قال عمر ثم قال ألا أخبركم بالثالث قالوا بلى فنزل على وهو يقول عثمان۔

ترجمہ: سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے بہتر شخص کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا: کیوں نہیں؛ ضرور بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ آپ کے بعد کس کا درجہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں؛ ضرور بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں تیسری ہستی کون ہیں نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا: ہاں! ضرور بیان فرمائیں، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہوئے منبر سے اتر گئے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (نذہۃ المجالس ومنتخب النفائس)

ایمان میں سبقت:

آپ سابقین اولین اور سابقین مہاجرین سے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت وترغیب پر آپ نے اسلام قبول کیا، سب سے پہلے ایمان لانے والے خوش نصیبوں میں آپ چوتھے فرد ہیں، جیسا کہ اُسد الغابہ میں روایت ہے: اسلم فى اول الأسلام، دعاه أبوبكر ألى الأسلام فأسلم، وكان يقول: أنى لرابع أربعة فى الأسلام ۔ابتداء اسلام میں آپ مشرف باسلام ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اسلام کی دعوت دی تو آپ نے اسلام قبول کیا، اور آپ فرمایا کرتے: بیشک اسلام قبول کرنے والوں میں، میں چوتھا شخص ہوں۔ (اسد الغابہ لابن الاثیر، باب العین، عثمان بن عفان) نور الابصار میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

قال ابن اسحاق: هو اول الناس اسلاما بعد ابى بكر وعلى وزيد بن حارثه۔

ترجمہ: علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید بن حارثہ

رضی اللہ عنہکے بعد اسلام قبول کیا۔ (نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ﷺ، ص 79)

اہل خانہ کے ساتھ ہجرت کا خصوصی اعزاز:

آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں: (1) ایک ملک حبشہ کی جانب اور (2) مدینہ منورہ کی جانب۔ معجم کبیر طبرانی میں حدیث مبارکہ ہے: **عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ، قَالَ ... فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ عُثْمَانَ اَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ اِلَى اللّٰهِ بِاَهْلِهِ بَعْدَ لُوطٍ۔**

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی زوجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کی ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج 1، ص 61، حدیث نمبر 141)

عقد نکاح:

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ امتیازی شرف حاصل ہے کہ آپ کا عقد یکے بعد دیگرے حضور اکرم ﷺ کی دو شہزادیوں سے ہوا، اسی لئے آپ کو ذوالنورین یعنی دو نور والے کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اور آپ نے ارشاد فرمایا: **والذی نفسی بیدہ لو أن عندی مائة بنت تموت واحدة بعد واحدة زوجتک أخری حتی لا یبقی من المائة شیء ھذا جبریل أخبرنی أن اللہ أمرنی أن أزوجک أختھا.**

ترجمہ: قسم خدا کی! اگر میری سو لڑکیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے سب کا انتقال ہوتا جاتا تو میں ایک کے بعد ایک تمہارے نکاح میں دیتا جاتا، یہاں تک کہ سو (100) مکمل ہو جاتیں، ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے تھے، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تمہارے نکاح میں دوں۔ (جامع الاحادیث، حدیث نمبر 16107۔ الجامع الکبیر للسیوطی، حرف الام۔ کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36206۔ نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

لقب ''ذوالنورین'' کی وجہ تسمیہ: امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ الخلفاء میں آپ کے لقب مبارک ''ذوالنورین'' سے متعلق روایت نقل فرمائی کہ حضور اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقد میں تھیں اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں ہوں؛ یہ عظیم سعادت آپ کے حصہ میں آئی۔ **وأخرج البیھقی فی سننه عن عبداللہ بن عمر بن أبان الجعفی قال: قال لی خالی حسین الجعفی: تدری لم سمی عثمان ذاالنورین قلت لا قال: لم یجمع بین بنتی نبی منذ خلق اللہ آدم ألی أن تقوم الساعة غیر عثمان فلذالک سمی ذاالنورین۔** (تاریخ الخلفاء ج 1، ص 60)

ملاءِ اعلیٰ میں آپ کا تذکرہ

محترم قارئینِ کرام: جس بابرکت ہستی کا تذکرہ ہم زمین پر کر رہے ہیں وہ ایسی مقدس ہستی ہے کہ ان کا تذکرہ ملاءِ اعلیٰ میں بھی ہو رہا ہے، آسمانی مخلوق بھی آپ کو ذوالنورین کے مبارک لقب سے یاد کرتی ہے، جیسا کہ کنز العمال میں روایت ہے: **عن النزال بن**

سبرۃ قال: سألنا علیا عن عثمان قال: ذاک امرؤ یدعی فی الملأ الأعلی ذاالنورین۔

ترجمہ: حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ ہستی ہے جنہیں ملاء الاعلیٰ میں ''ذوالنورین'' کے مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36181 ۔نذہۃ المجالس ومنتخب النفائس)

کمال درجہ صفت حیاء سے متصف

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال درجہ کی صفت حیاء سے متصف تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مزاج وطبیعت کا خصوصی لحاظ فرمایا کرتے تھے، صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے: عَنْ عَطَاءٍ وَسُلَیْمَانَ ابْنَی یَسَارٍ وَاَبِی سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِی بَیْتِی کَاشِفًا عَنْ فَخِذَیْہِ اَوْ سَاقَیْہِ فَاسْتَأذَنَ اَبُوْبَکْرٍ فَاَذِنَ لَہٗ وَھُوَ عَلٰی تِلْکَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأذَنَ عُمَرُ فَاَذِنَ لَہٗ وَھُوَ کَذٰلِکَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَوّٰی ثِیَابَہٗ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَا اَقُوْلُ ذٰلِکَ فِی یَوْمٍ وَاحِدٍ. فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَۃُ دَخَلَ اَبُوْبَکْرٍ فَلَمْ تَھْتَشَّ لَہٗ وَلَمْ تُبَالِہٖ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَھْتَشَّ لَہٗ وَلَمْ تُبَالِہٖ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّیْتَ ثِیَابَکَ فَقَالَ: أَلَا أَسْتَحْیِی مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْیِی مِنْہُ الْمَلَآئِکَۃُ۔

ترجمہ: حضرت عطا ابن یسار، حضرت سلیمان بن یسار اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس میں استراحت فرماتے تھے، اور آپ کے زانوئے اقدس یا اپنی پنڈلی مبارک سے زائد کپڑا ہٹا ہوا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی، آپ نے انہیں اسی حالت میں اجازت عطا فرمائی، انہوں نے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی، آپ نے انہیں اسی حالت میں اجازت عطا فرمائی، انہوں نے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت طلب کی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور اپنے کپڑے درست فرمالئے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کی خدمت میں معروضہ کیا، جب وہ چلے گئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، آپ نے ان کے لئے نہ تو حرکت کی اور نہ ان کے لئے اہتمام کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، آپ نے ان کے لئے نہ تو حرکت کی اور نہ ان کے لئے اہتمام کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو آپ تشریف فرما ہوئے اور اپنے کپڑے درست کئے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر 6362، چشتی)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: أَنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَیِیٌّ وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اِنْ أَذِنْتُ لَہٗ عَلٰی تِلْکَ الْحَالِ أَنْ لَا یَبْلُغَ اِلَیَّ فِی حَاجَتِہٖ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حیا دار ہیں، مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے اُنہیں اسی حالت میں اجازت دے دی تو وہ حیا کے باعث میرے پاس اپنی ضرورت کو پیش نہ کرسکیں گے

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔حدیث نمبر 6363)

آپ کی صفت حیاء کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ نے آپ کے حق میں خصوصی دعاء فرمائی، جیسا کہ کنز العمال میں حدیث پاک ہے: **سالت ربی عزوجل ألا یوقفه الحساب فشفعنی فیه. "ابو الحسن الجوهری فی أمالیه و ابن عساکر۔"**

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ سے معروضہ کیا کہ قیامت کے دن عثمان رضی اللہ عنہ کو حساب کے لئے کھڑا نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں میری سفارش قبول فرمائی۔ (کنز العمال۔حدیث نمبر 33095)

حضور اکرم ﷺ کی اس مقبول دعا کا بارگاہ الٰہی میں اس قدر لحاظ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بارگاہ خداوندی سے خصوصی اعلان ہوگا کہ آپ بڑی عز وشان کے ساتھ جنت میں داخل ہوں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً. فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ. وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

ترجمہ: اے مطمئن جان! اپنے پروردگار کی جانب لوٹ آ؛ اس حال میں کہ تو رب سے راضی اور رب تجھ سے راضی ہے، اور میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ (سورۃ الفجر،27/30)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے: **فروی الضحاک، عن ابن عباس: نزلت فی عثمان بن عفان۔**

امام ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، سورۃ الفجر، 27)

آپ کی سخاوت:

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے شمار احادیث کریمہ وارد ہیں، جن سے آپ کی رفعت شان آشکار ہوتی ہے، آپ کی عظمت وفضیلت اور شانِ سخاوت سے متعلق یہاں بطور نمونہ چند احادیث شریفہ ذکر کی جارہی ہیں جنہیں سیدی شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب "مقاصد الاسلام" حصۂ ششم میں درج فرمایا ہے۔کنز العمال میں روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: **ان المیرة انقطعت عن المدینة حتی جاع الناس فخرجت الی بقیع الغرقد فوجدت خمسة عشر راحلة علیها طعام فاشتریتها وحبست منها ثلاثة واتیت النبی صلی الله علیه وسلم باثنتی عشرة راحلة ،فدعا لی النبی صلّی الله علیه وسلم۔**

ترجمہ: ایک مرتبہ کئی روز مدینہ منورہ میں باہر سے غلہ نہیں آیا اور یہاں تک کہ لوگوں کو بھوک لاحق ہوئی، تو میں بقیع غرقد کی جانب نکلا تو دیکھا کہ پندرہ اونٹ غلہ سے لدے ہوئے ہیں تو میں نے انہیں خریدا اور تین اونٹ روک کے رکھا اور ان میں سے بارہ اونٹ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور اکرم ﷺ نے میرے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36335)

امام ابن عساکر اور امام علی متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نقل کی ہے: **عن ابی مسعود قال .... فرأیت النبی صلّی الله علیه وسلم قد رفع یدیه حتی رئی بیاض أبطیه یدعو لعثمان دعاء ما سمعته دعا لأحد قبله ولا بعده اللهم! أعط**

عثمان، اللهم! افعل بعثمان۔

ترجمہ: حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،

آپ نے فرمایا: میں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نہایت خوشی سے دونوں ہاتھ اس قدر اونچے فرمائے کہ آپ کے مبارک بغلوں سے نور ظاہر ہونے لگا، آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے جو دعائیں فرمائیں میں نے حضرت عثمان سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کے لئے حضور کو اس قدر دعا کرتے ہوئے نہیں سُنا۔ آپ دعا فرماتے: اے اللہ! عثمان کو یہ یہ عطا فرما! اے اللہ؛ عثمان کو ان چیزوں سے مالا مال فرما۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36196، چشتی)

نیز ابن عساکر اور کنز العمال میں حدیث پاک ہے: عن كثير بن مرة قال: سئل على عن عثمان قال: نعم يسمى فى السماء الرابعة ذاالنورين، وزوجه رسول الله صلّى الله عليه وسلم واحدة بعد أخرى، ثم قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: من يشترى بيتا يزيده فى المسجد غفر الله له، فاشتراه عثمان فزاده فى المسجد، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: من يبتاع مربد بنى فلان فيجعله صدقة على المسلمين، غفر الله له، فاشتراه عثمان فجعله صدقة على المسلمين، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلم: من يجهز هذاالجيش .يعنى جيش العسرة. غفر الله له، فجهزهم عثمان حتى لم يفقدوا عقالا. "كر"۔

ترجمہ: حضرت کثیر بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ کیا خوب شان والے ہیں! انہیں چوتھے آسمان پر ''ذوالنورین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے یکے بعد دیگرا اپنی دو شہزادیوں کا ان سے نکاح کروایا، پھر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص (مسجد سے متصل) گھر خرید کر مسجد نبوی میں شامل کرے اس کو خدائے تعالیٰ بخش دے گا، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ گھر خرید کر مسجد میں شریک کردیا، پھر ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فلاں قبیلہ کا مربد یعنی کھجوریں اور غلہ سکھانے کی جگہ خرید کر مسلمانوں پر صدقہ کردے اس کو خدائے تعالیٰ بخش دے گا، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کو خرید کر مسلمانوں پر صدقہ کردیا، پھر ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جیش عسرت کا سامان مہیا کردے خدائے تعالیٰ اس کو بخش دے گا، عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کا مکمل سامان فراہم کردیا یہاں تک کہ اس میں ایک عقال بھی کم نہ تھی۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36249)

امام طبرانی، امام ابن عساکر اور امام علی متقی ہندی رحمہم اللہ نے روایت نقل کی ہے: عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بِشرِ بن بَشِيرٍ الاَسْلَمِیّ، عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ اسْتَنْكَرُوا الْمَاءَ، وَكَانَتْ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي غِفَارٍ عَيْنٌ يُقَالُ لَهَا: رُومَةٌ، وَكَانَ يَبِيْعُ مِنْهَا الْقِرْبَةَ بِمُدٍّ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِعْنِيهَا بِعَيْنٍ فِي الْجَنَّةِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ لِیْ، وَلَا لِعِيَالِی غَيْرُهَا، لا أَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰه عنهُ فَاشْتَرَاهَا بِخَمْسَةٍ وَثَلَاثِيْنَ أَلْفَ دِرْهَمٍ، ثُمَّ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَجْعَلُ لِی مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَهُ لَهُ عَيْنًا فِی الْجَنَّةِ اِنِ اشْتَرَيْتُهَا، وَجَعَلْتُهَا لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بشر بن بشیر اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا: جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے تو پانی کو ناموافق پایا، اور قبیلہ بنو غفار کے ایک شخص کے پاس ایک کنواں تھا جسے ''رومہ'' کہا جاتا تھا، وہ شخص اس کنویں سے ایک مشک پانی ایک مُد کے بدلہ فروخت کرتا تھا، تو حضور اکرم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: تم اس کنویں کو مجھے جنت کے ایک چشمہ کے عوض بیچ دو! تو اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے اور میرے گھر والوں کے لئے اس کے سوا (کمائی کا) کوئی اور ذریعہ نہیں ہے لھذا میں اسے بیچنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ جب یہ بات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو آپ نے اسے پینتیس ہزار درہم کے عوض خرید لیا، پھر حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں اس کنویں کو خرید لوں تو کیا آپ جنت کا چشمہ میرے لئے مقرر کردیں گے جس طرح آپ نے اس شخص کے لئے جنت کا چشمہ مقرر کیا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: یقیناً میں نے اس کو خرید لیا اور مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر 1212، کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36183، چشتی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سخاوت و فیاضی کی صفت سے متصف فرمایا، جود و سخا کی صفت آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی، جب بھی اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مال کی ضرورت پیش آتی تو آپ بے دریغ اپنا مال خرچ کرتے، کنز العمال میں حدیث شریف ہے: **عن عمران بن حصين أنه شهد عثمان بن عفان أيام غزوة تبوك فى جيش العسرة فأمر رسول الله صلّى الله عليه وسلم بالصدقة والقوة والتأسى وكانت نصارى العرب كتبوا الى هرقل: ان هذا الرجل الذى خرج ينتحل النبوة قد هلك وأصابتهم سنون فهلكت أموالهم فان كنت تريد أن تلحق دينك فالآن، فبعث رجلا من عظمائهم يقال له الصنار وجهز معه أربعين ألفا فلما بلغ ذلك نبى الله صلّى الله عليه وسلم كتب فى العرب وكان يجلس كل يوم على المنبر فيدعو الله ويقول: اللهم انک أن تهلک هذه العصابة فلن تعبد فى الارض فلم يكن للناس قوة، وكان عثمان بن عفان قد جهز عيره الى الشام يريد أن يمتار عليها فقال: يا رسول الله! هذه مائتا بعير بأقتابها وأحلاسها ومائتا أوقية فحمدالله رسول الله صلّى الله عليه وسلم فكبر وكبر الناس، ثم قام مقاما آخر فأمر بالصدقة، فقام عثمان فقال: يا نبى الله! وهاتان مائتان ومائتا أوقية فكبر وكبر الناس۔**

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ نے دیکھا کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جیش عسرت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ موجود تھے، حضور اکرم ﷺ نے صدقہ کرنے، طاقتور بننے اور پیروی کرنے کا حکم فرمایا، عرب کے نصاری نے ہرقل کو لکھا کہ یہ صاحب جو نبوت کا دعوی کرتے ہیں ان کی قوم ان دنوں تباہی میں ہے وہ قحط سالی سے دوچار ہیں؛ کیونکہ ان کے مال ہلاک ہوگئے، اگر تم کو اپنے دین کی پاسداری ہے اور مدد کرنا چاہتے ہو تو یہی موقع ہے، اس نے ایک گورنر کو روانہ کیا جسے ''صنار'' کہا جاتا تھا، اور اس کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تیار کر کے مقابلہ کے لئے بھیجا، جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے اطراف واکناف عرب کے علاقہ میں مبارک خطوط روانہ فرمائے، ہر روز آپ منبر پر تشریف فرما ہوتے اور دعا میں کہتے کہ الٰہی! اگر یہ چند مسلمان ہلاک ہوجائیں تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا، ان مسلمانوں کی مالی حالت ابتر تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے ملک شام سے غلہ لانے کے لئے تجارتی قافلہ تیار کیا تھا، اسلامی ضرورت کو دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں دوسو (200) اونٹ مع پالان دیگر سامان اور دوسو (200) اوقیے پیش کرتا ہوں، تو حضور اکرم ﷺ نے "الحمد للہ" کہہ کر تکبیر کہی اور سب مسلمان اتنے خوش ہوئے کہ ہر طرف سے تکبیر کے نعرے بلند ہوئے، پھر دوسرے دن حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی رغبت دی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! دوسو (200) اونٹ اور دوسو (200) اوقیے پیش کرتا ہوں، اس پر آپ نے تکبیر کہی، اور ہر طرف سے تکبیر کے نعرے بلند ہوئے۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36188)

اسی طرح متفرق مجلسوں میں نوسو پچاس (950) اونٹنیاں اور بعض روایتوں میں نوسوستر (970) اونٹنیاں اور تیس گھوڑے اور سات سو (700) اوقیے سونا اور دس ہزار (10,000) دینار نقد پیش کئے، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دس ہزار (10,000) دینار حضور اکرم ﷺ کے روبرو پیش کئے گئے تو آپ ان دینار کو نہایت خوشی سے نیچے اوپر کرتے اور یہ فرماتے جاتے: اے عثمان! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہر قسم کے گناہ خواہ چھپے ہوں یا ظاہر، آئندہ قیامت تک ہونے والے سب کی مغفرت کردی، پھر ارشاد فرمایا: اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو چاہیں کریں؛ کچھ پرواہ نہیں، کوئی امر ان کو ضرر نہ دے گا۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر 36189)

فبعث اليه عثمان بعشرة آلاف دينار فصبت بين يديه فجعل النبی صلّى الله عليه وسلم يقلبها بين يديه ظهرا لبطن ويدعو له يقول: غفر الله لک يا عثمان! ما أسررت وما أعلنت وما أخفيت وما هو كائن الى ان تقوم الساعة ما يبالی عثمان ما عمل بعد هذا. "عد، قط" وأبو نعيم فی فضائل الصحابة، "كر"۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دفاع، صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت

اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان کو امت کے لئے ہدایت کا معیار قرار دیا، جب بھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان کے خلاف کوئی بات کہی جائے تو ایمانی تقاضہ یہ ہے کہ ان کا دفاع کرکے اپنی محبت ووابستگی کا ثبوت دیں، صحیح بخاری شریف میں حدیث شریف ہے: **عُثْمَانُ. هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ. قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوْسًا، فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ قَالَ هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ. قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ قَالُوْا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ. قَالَ يَاابْنَ عُمَرَ اِنِّیْ سَائِلُکَ عَنْ شَیْءٍ فَحَدِّثْنِیْ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ، قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ. قَالَ تَعْلَمُ اَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ. قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَکَ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَلَهُ، وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ، فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَکَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ. وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ، مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِه يَدُ عُثْمَانَ. فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهِ، فَقَالَ هٰذِهِ لِعُثْمَانَ. فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَکَ۔**

ترجمہ: حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ایک مصری شخص حج بیت اللہ کے ارادہ سے آیا، تو اس مصری شخص نے چند بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کس قبیلہ کے ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ اکابرین قریش ہیں، پھر اس شخص نے پوچھا: ان کے سردار کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اس نے کہا: اے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما! میں آپ سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، آپ مجھے بیان کریں! کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ احد کے دن موجود نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اس نے سوال کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں موجود نہیں تھے اور اس میں شرکت نہیں کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، پھر اس نے پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان کے موقع پر موجود نہیں تھے اور اس میں شرکت نہیں کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، س نے کہا: اللہ اکبر! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: آؤ، میں تمہیں حقیقت بیان کرتا ہوں: اب رہا آپ کا غزوۂ احد کے دن موجود نہ ہونا تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں درگزر فرمادیا اور ان کی مغفرت فرمادی۔ اب رہا آپ کا غزوۂ بدر میں موجود نہ رہنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عقد میں حضور اکرم ﷺ کی شہزادی تھیں، اور وہ بیمار تھیں، تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حکم فرمایا کہ بیشک تمہیں وہی ثواب اور حصہ ہے جو بدر میں شریک ہونے والے آدمی کے لئے ہے۔ اب رہا آپ کا بیعت رضوان کے وقت موجود نہ رہنا، تو اگر کوئی وادئ مکہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت وغلبہ والا ہوتا تو حضرت رسول اللہ ﷺ اسی کو (اسلام کا سفیر بنا کر) روانہ فرماتے، حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو روانہ فرمایا تھا، اور بیعت رضوان تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ مکرمہ روانہ ہونے کے بعد ہوئی، اس موقع پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے داہنے دست مبارک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ ہے، اور اسے اپنے بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا: یہ (بیعت) عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جانب سے ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سوال کرنے والے شخص سے فرمایا: اب ان حقائق کو اپنے ساتھ (بحفاظت) لے جاؤ! (صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب عثمان بن عفان أبی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ۔ حدیث نمبر 3698، چشتی)

صلح حدیبیہ کے وقت جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر'' مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، اہل مکہ نے آپ سے کہا کہ آپ طواف کرلیں اور عمرہ ادا کرلیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے بغیر ہرگز کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کروں گا، تب انہوں نے آپ کو روک لیا اور مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ کفار نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے جاں نثاری کی بیعت لی پھر اپنے داہنے دست مبارک کو بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا اے اللہ! یہ ہاتھ عثمان کی جانب سے ہے اور یہ ان کی طرف سے بیعت ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں ہیں۔ یہاں یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کو غیب کا علم ہوتا تو آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جھوٹی خبر پہنچنے کے بعد صحابہ کرام سے بیعت نہ لیتے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کو غیب کا علم نہ ہوتا تو آپ حضرت عثمان کی جانب سے بیعت نہ لیتے کیونکہ جن کی شہادت ہوچکی ان سے بیعت نہیں لی جاتی۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیعت لی، یہ اس بات کی واضح دلیل

ہے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت حقیقی صورت حال سے بخوبی واقف و باخبر ہیں۔

حضرت عثمان کی دیانت پر حضور ﷺ کو کامل اعتماد

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صداقت و دیانت اور بارگاہ نبوی میں آپ کی قدر و منزلت کا اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے آپ کو اسلام کا سفیر مقرر کر کے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اسلامی سفیر منتخب کر کے گویا یہ پیام دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صداقت پر آپ کو مکمل اعتماد ہے اور آپ کی دیانت پر کامل وثوق ہے، آپ کی صداقت و دیانت ہر شبہ سے بالاتر ہے۔

حدیبیہ میں آپ کو اسلامی سفیر مقرر کرنے کی حکمت

حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے آپ کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے مکہ مکرمہ روانہ فرمایا، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ اہل مکہ میں بھی معزز و مکرم تھے، وہ لوگ آپ کی عزت و تکریم کیا کرتے تھے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نگاہ نبوت دیکھ رہی تھی کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ شخصیت پر انگلیاں اٹھائی جائیں گی، آپ کے بے داغ کردار پر چہ میگوئیاں کی جائیں گی، آپ کی صداقت و دیانت پر مختلف اعتراضات کئے جائیں گے، اسی لئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔

حضور اکرم ﷺ کا آپ کو اپنا نمائندہ بنانا یہ آپ کی کمال دیانت پر دلالت کرتا ہے اور دست اقدس کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دینا یہ آپ کی کمال قربت پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض کا نتیجہ

حضور اکرم ﷺ کی صحبت بابرکت میں رہنے والے خوش نصیب حضرات سے قلبی محبت اور گہری وابستگی رکھنا ایمان کا تقاضا ہے، اور ان سے بغض رکھنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے، جامع ترمذی شریف میں حدیث مبارک ہے: عَنْ جَابِرٍ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَۃِ رَجُلٍ لِیُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَأَیْنَاکَ تَرَکْتَ الصَّلَاۃَ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلَ ھٰذَا قَالَ اِنَّہٗ کَانَ یُبْغِضُ عُثْمَانَ فَأَبْغَضَہُ اللّٰہُ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص کا جنازہ لایا گیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کو اس سے پہلے کسی کی نماز جنازہ ترک فرماتے ہوئے نہیں دیکھا، تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص عثمان (رضی اللہ عنہ) سے بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب المناقب، حدیث نمبر:3709)

آپ کی تواضع اور سادگی:

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراتب عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود مکمل تواضع اور سادگی کے ساتھ زندگی بسر کیا کرتے، نزہۃ المجالس میں ہے: وکان یطعم الناس طعام الامارۃ ویأکل الخل والزیت۔

آپ لوگوں کو بادشاہوں کی طرح کھلایا کرتے اور خود سرکہ اور زیتون استعمال کرتے۔ (نزہۃ المجالس ومنتخب النفائس)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بشارت

حضور اکرم ﷺ بعطاء الٰہی قیامت تک رونما ہونے والے واقعات اور امتیوں کے احوال سے باخبر ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی بشارت دی کہ وہ شہید کئے جانے والے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حدیث مبارک ہے: عَنْ اَنَسٍ

بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ وَمَعَهُ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ، قَالَ: اُثْبُتْ أُحُد فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدَانِ۔

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ احد پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے تو وہ اپنے مقدر پر ناز کرتے ہوئے فرط و مسرت سے جھومنے لگا، حبیب پاک ﷺ نے قدم مبارک مار کر اس سے فرمایا اے احد! تھم جا تجھ پر نبی (ﷺ) ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:3686، چشتی)

نیز امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ابن عساکر کے حوالہ سے روایت نقل فرمائی: واخرج ابن عساكر عن زيد بن ثابت قال: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلم يقول: مربى عثمان وعندى ملك من الملائكة فقال: شهيد يقتله قومه انا نستحی منه۔

ترجمہ: سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا: عثمان میرے پاس سے گزرے اس وقت میرے پاس ایک فرشتہ حاضر تھا، اس نے عرض کیا: حضرت عثمان شہید ہیں، آپ کو آپ کی قوم شہید کرے گی، ہم سارے فرشتے حضرت عثمان سے حیاء کرتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء، ج1، ص62)

خلافت اور جنت کی بشارت: یوں تو اللہ تعالیٰ نے عمومی طور پر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کی ارشاد ہے: وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۔اور اللہ تعالیٰ نے تمام (صحابۂ کرام) سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ (سورۃ الحدید 10)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کی اس عمومی بشارت کے باوصف خصوصی بشارت سے بھی سرفراز فرمائے گئے۔ جیسا کہ کنز العمال میں حدیث پاک ہے: عن انس قال: جاء النبى صلّى الله عليه وسلم فدخل الى بستان فأتى آت فدق الباب، فقال: يا انس! قم فافتح له الباب وبشره بالجنة والخلافة من بعدى، قلت: يا رسول الله! أعلمه؟ فقال: أعلمه، فخرجت فأذا أبوبكر، قلت له: أبشر بالجنة وأبشر بالخلافة من رسول الله صلّى الله عليه وسلم، ثم جاء آت فدق الباب، فقال: يا انس! قم فافتح له الباب وبشره بالجنة وبالخلافة من بعد أبى بكر قلت: يا رسول الله ! أعلمه؟ فقال أعلمه: فخرجت فأذا عمر، فقلت: أبشر بالجنة وأبشر بالخلافة من بعد أبى بكر، ثم جاء آت فدق الباب،فقال: يا انس! قم فافتح له الباب وبشره بالجنة وبالخلافة من بعد عمر وانه مقتول، فخرجت فأذا عثمان، قلت: أبشر بالجنة وبالخلافة من بعد عمر وانك مقتول، فدخل على النبى صلّى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله؟ والله ما تغنيت ولا تمنيت ولا مسست ذكرى بيمينى منذ بايعتك بها، قال: هو ذاك يا عثمان. "كر"، ورواه "ع، كر" من طريق عبدالله بن ادريس عن المختار بن فلفل عن انس۔

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ جلوہ گر ہوئے اور ایک باغ میں تشریف لے گئے، ایک صاحب حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک دی، حضور اکرم

ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انس! اٹھو، اور ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی اور میرے بعد خلافت کی بشارت سنادو! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں انہیں یہ بات بتادوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں انہیں بتلادو! جب میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، میں نے ان سے کہا: آپ کے لئے جنت کی خوشخبری ہے اور حضور ﷺ کی خلافت کی خوشخبری ہے۔ پھر ایک صاحب حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک دی، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انس! اٹھو، اور ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی اور ابوبکر کے بعد خلافت کی بشارت سنادو! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں انہیں یہ بات بتادوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں انہیں بتلادو! جب میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، میں نے کہا: آپ کے لئے جنت کی خوشخبری ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی خوشخبری ہے۔ پھر ایک صاحب حاضر ہوئے اور دروازہ پر دستک دی، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انس! اٹھو، اور ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی اور عمر کے بعد کی خلافت کی بشارت سنادو! اور یہ بھی بشارت سنادو کہ وہ شہید ہونے والے ہیں، جب میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، میں نے کہا: آپ کے لئے جنت کی خوشخبری ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی خوشخبری ہے۔ اور یہ بشارت بھی ہے کہ آپ شہید کئے جائیں گے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! میں نے کبھی گانا نہیں گایا اور نہ کبھی بے حیائی کا کام کیا اور جس وقت سے میں نے اپنے سیدھے ہاتھ سے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی ہے کبھی اس سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عثمان! یہی وجہ ہے کہ تمہیں یہ درجات ملے ہیں۔ (کنز العمال، فضائل ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: 36267، چشتی)

آپ نے دومرتبہ حضور سے جنت خرید لی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ سے ہیں، و نیز آپ نے حضور اکرم ﷺ سے جنت خریدی ہے: **عن ابی هريرة قال: اشترى عثمان بن عفان رضى الله عنه الجنة من النبى صلّى الله عليه وسلم مرتين: بيع الحق حيث حفر بئر معونة ،وحيث جهز جيش العسرة. صحيح الاسناد۔**

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے دومرتبہ قطعی طور پر جنت خرید لی۔ جس وقت بئر معونہ کو کھودا اور جبکہ جیش عسرت (غزوۂ تبوک) کا سامان فراہم کیا۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (مستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر: 4564)

جنت میں حضور کی رفاقت: اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی شرف عطا فرمایا کہ آپ کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی اور جنت میں حضور اکرم ﷺ کے خصوصی رفیق ہونے کا اعزاز بھی عطا کیا گیا، جیسا کہ جامع ترمذی میں حدیث پاک ہے: **عن طلحة بن عبيدالله قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى الله عليه وسلم: لِكُلِّ نبيّ رَفِيقٌ وَرَفِيقِي يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانَ۔**

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: 4063)

اولاد امجاد: حضرت عثمان رضی اللہ کو ایک فرزند حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے جن کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے۔

دور خلافت: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین مبارک کے تیسرے دن مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء) آپ کا دور خلافت کچھ کم بارہ سال رہا۔

شہادت عظمیٰ: 18 ذی الحجہ 35ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر آپ نے جام شہادت نوش فرمایا آپ کا مزار مبارک جنت البقیع شریف میں ہے، اسد الغابہ میں ہے: عن ابی معشر قال: وقتل عثمان یوم الجمعة، لثمان عشرة مضت من ذی الحجه، سنة خمس وثلاثین، وکانت خلافته اثنتی عشرة سنة الا اثنی عشر یوما۔

حضرت ابو معشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن، اٹھارہ (18) ذی الحجہ سنہ 35 ہجری میں شہید کئے گئے، اور آپ کا دور خلافت بارہ دن کم، بارہ (12) سال رہا۔ (اسد الغابہ لابن الاثیر، چشتی)

بلوائیوں نے انچاس (49) دن تک آپ کا محاصرہ کیا، شہادت سے قبل حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرلو اور چاہو تو تمہاری مدد کی جائے گی تو آپ نے حضور ﷺ کے ساتھ افطار کرنے کو اختیار کیا، جیسا کہ نور الابصار میں روایت ہے: فقال اللیلة رایت رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلم وقد مثل لی فی هذه الخوخة واشار عثمان بیده الی خوخة فی اعلیٰ داره، فقال: یا عثمان! حصروک؟ قلت: نعم، قال: عطشوک؟ قلت نعم، قال: فدلی دلوا شربت منه، فها انا اجد برودة ذلک الدلو بین ثدیی وبین کتفی، فقال: ان شئت افطرت عندنا وان شئت نصرت علیهم، فاخترت الفطر، نقله الاسحاقی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج رات میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، یقیناً آپ اس کھڑکی میں جلوہ گر ہوئے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے مکان کے اوپر کی جانب جو کھڑکی ہے اشارہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عثمان! انہوں نے تمہارا محاصرہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاسا رکھا؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ حضرت عثمان نے کہا: پھر آپ نے ایک ڈول عنایت فرمایا، میں نے اسے نوش کیا، میں اب تک اپنے سینہ اور شانوں کے درمیان اس ڈول کی ٹھنڈک کو پا رہا ہوں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو اور اگر چاہو تو ان لوگوں پر تمہاری مدد کی جائے گی، تو میں نے آپ کے ساتھ افطار کی سعادت کو چن لیا۔ علامہ اسحاقی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ﷺ، ص85)

بروز حشر شان عثمان کا ظہور: بروز حشر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ وہ اعزاز و اکرام سے نوازے گا کہ مشرق و مغرب کے تمام لوگ رشک کریں گے، جیسا کہ مستدرک علی الصحیحین میں ہے: عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال: کنت قاعدا عند النبی صلّی اللہ علیه وسلم اذ اقبل عثمان بن عفان رضی اللہ عنه، فلما دنا منه، قال: یا عثمان، تقتل وانت تقرأ سورة البقرة، فتقع من دمک علی: (فسیکفیکهم اللہ وهو السمیع العلیم)، وتبعث یوم القیامة امیرا علی کل مخذول، یغبطک اهل المشرق والمغرب، وتشفع فی عدد ربیعة ومضر۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (بقیہ صفحہ 12 پر)

حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور مشاجرت صحابۂ کرام نہج البلاغہ تالیف سیّد شریف رضی کی روشنی میں

علامہ شوکت حسین کینگ قادری

شیعہ فرقہ کے ہاں مشاجرت صحابۂ کرام کو بنیادی عقائد کا درجہ حاصل ہے۔اور یہ وہ مسئلہ ہے جس کے موضوع پر سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کتب ورسائل قلمبند ہوئے ہیں۔عزیزم علاّمہ مفتی مبارک حسین نعمانی نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر مضمون لکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ چونکہ یہ موضوع بہت وسیع ہے لھذا بعدِ اقرار ہمت نہیں ہوئی۔اور یاد آیا جب علاّمہ علی میاں ندوی صاحب نے المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تالیف کی تو راقم الحروف نے ایڈیشن اول کے وقت انہیں طویل مکتوب ارسال کیا اور نقد ونظر کے اسلوب میں اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔علاّمہ ڈاکٹر سیّد محمد فاروق بخاری اور مولانا مظفر حسین ندوی نے مکتوب ملاحظہ کر کے اپنا عندیہ ظاہر کیا کہ مولانا علی میاں صاحب آپ کے خط کا جواب نہیں دیں گے۔لیکن عالی ظرفی کا مظاہرہ کر کے موصوف نے اس ہمت شکن مکتوب کا جواب مرحمت فرمایا۔جو بعد میں ان کی وفات کے بعد ان کی یاد میں منعقدہ سیمنار (بی ایڈ کالج مولانا آزاد روڑ سرینگر) میں علماء ندوہ مولانا خالد ندوی صاحب اور مولانا نذر الحفیظ ندوی اور ریاست کے علماء کرام کی موجودگی میں مولانا علی میاں صاحب کے ساتھ اپنی طویل خط وکتابت کی سرگزشت بیان کرتے ہوئے پڑھکر سنایا۔میں ذاتی طور عقائد اہل سنت وجماعت کا حامل ہوں پھر بھی مجھے اس عقیدت کا اظہار کبھی بارگراں نہیں ہوتا ہے کہ۔

پاسِ ادبم بہر چہار است
لیکن بعلی ہزار بار است

مدتوں اس مسئلہ پر سوچ وبچار کرتا رہا کہ ان کے نام مبارک کے ساتھ اب ہمیشہ ہم کرم اللہ وجہہ کیوں پڑھتے ہیں، جب کہ رضی اللہ عنہ کافی ہے اور دعاءِ اول وقتی ضرورت تھی کہ کفار آپ کو دیکھ کر میدانِ جنگ میں معاذ اللہ سود اللہ وجہہ کا نعرہ بلند کرتے تھے۔لیکن حضرت شیخ الاسلام والمسلمین علاّمہ بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ کے اس شعر میں جو آپ کے حضرت شیخ بابا ہردی ریشی علیہ الرحمہ خلیفۂ اعظم واکبر حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم کشمیری علیہ الرحمہ کی شان میں تحریر کردہ قصیدۂ لامیہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

اُومکرّم کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
خاص گشتہ این دعا در شانِ آں فرخندہ فال

میں جواب مل گیا کہ آج بھی جنگ جاری ہے خوارج کے کارندے مخالفت اور رافض عقیدت کے لباس میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے اپنی عاقبت تباہ کرتے ہیں۔علامہ اقبال نے بھی اسی تناظر میں ایک مرتبہ فرمایا تھا۔

بغض اصحابۂ ثلاثہ سے نہیں اقبال کو
تنگ مگر اک خارجی سے آ کے مولائی ہوا

اللہ تعالیٰ مرحوم ظفر علی خان کے درجات بلند فرمائے، کیا خوب فرمایا ہے۔

ہیں کرنیں اِک ہی مشعل کی بوبکر وعمر عثمان علی
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

اسی شاعر پنجاب نے ایک مرتبہ لکھنو میں برپا شیعہ وسُنی فساد کے موقع پر اہل تشیعہ کو اس رباعی میں بہترین جواب دیا۔

کچھ شیعوں کے ہی نہیں مشکل کشا علی — ہر رَن میں سنیوں کا بھی ہے نعرہ یا علی
جو دیدہ ور ہیں خاکِ درِ بُوتراب ہیں — اس میں ابوالکلام ہوں یا سر رضا علی

ہمیں حضرت سیّدنا امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا پورا احترام ہے لیکن یہ حقائقِ اسلام کا آسمانی دستور ہے کہ طلقا و فتح مکہ مکرّمہ السابقون الاولون کے برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ فیصلہ خود صادر فرمایا ہے" **لا یستوی مِنکم من انفق مِن قبل الفتح و قاتل، اولئک اعظم درجة من الّذین انفقوا من بعد و قاتلوا۔**"

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔"برابر نہیں۔ تم میں جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑا۔ ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو خرچ کریں اس سے پیچھے اور لڑیں الخ (موضح القرآن، ص ۶۹۸)

یہی وجہ ہے کہ شیرِ بیشہِ اہل سُنت فاتح لکھنو مُناظر و مجاہد اعظم شمشیرِ دفاعِ صحابہ حضرت علاّمہ عبدالشکور فاروقی (جنھوں نے ساری عمر لکھنو یوپی کی سرزمین میں قضیۂ زمین برسرِ زمین کے مصداق رفض وسبّ صحابہ کا لگ بھگ خاتمہ کیا) نے بایں جلالت مولانا منظور نعمانی کے سامنے حضرت علی المرتضیٰ اور امیرِ معاویہ کی شہادت کا تقابل کر کے اپنی رائے یوں ظاہر کی۔ کہ "حضرت علی مرتضیٰ سابقین اوّلین کی پہلی صف کے اکابر میں ہیں اور حضرت امیرِ معاویہ اگر چہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ہمارے سرتاج ہیں لیکن حضرت علی مرتضیٰ سے ان کو کیا نسبت؟ ان کی مجلس میں اگر صفِ نعال میں بھی حضرت معاویہ کو جگہ مل جائے تو ان کے لئے سعادت اور باعث فخر ہے"۔ (ملاحظہ ہو کتاب، عہدِ رفتہ کے چند علماء ومشائخ، تالیف پروفیسر محمد عبدالحی فاروقی، شائع کردہ فرید بک ڈپو دہلی)

امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

فرقِ مراتب بے شُمار۔ — حق بدستِ حیدرِ کرّار۔
مگر معاویہ بھی ہمارے سردار۔ — طعن اُن پر کارِ فجار۔

قبل اس کے کہ میں اپنے موضوع پر کچھ تحریر کروں، حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مرشدی العلامہ الشاہ ابوالحسن زید مجددی فاروقی ازہری الدہلوی علیہ الرحمہ (نبیرۂ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ) کے حوالہ سے اپنے دادا پیر یعنی اُن کے والدِ ماجد اور مرشد حضرت مولانا شاہ ابوالخیر فاروقی دہلوی (شاگرد حضرت محدثِ دارالہجرت الشاہ عبدالغنی مجددی الدہلوی ثم مدنی علیہ الرحمہ) کے دو (۲) واقعات نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، تا کہ ہمارے عقائد واضح ہو جائیں۔ موصوف لکھتے ہیں "یہ واقع کوئٹہ (حال پاکستان) کا ہے۔ ناقل.... آپ فارسی میں گفتگو فرما رہے تھے اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے فضائل بیان فرما رہے تھے اور اپنی آنکھوں سے عقیدت کے موتی اُن پر نچھاور کر رہے تھے..... ارباب آہ و بکا میں مصروف تھے اسی کیفیت میں ان کے بارہ بجے ہوئے سب پر دھوپ آ گئی تھی آپ نے آخر میں یہ شعر پڑھا۔

جامؔی از قافلہ سالارِ رہِ عشق ترا
گر بہرسند کہ آں کیست علی گوئے علی

آپ نے یہ شعر ایک خاص جذبہ کے تحت پڑھا اور "علی گوئے علی" کا اعادہ اس وقت تک کیا کہ سانس نے آپ کا ساتھ دیا۔

آگے لکھتے ہیں "ماذکرِ حضراتِ خود را بہ این طور می کنیم"، یعنی ہم اپنے حضرات کا ذکر اس طرح پر کیا کرتے ہیں۔ (مقاماتِ خیر، ص ۳۸۴)

یہ حضرت جامی یا حضرت شاہ ابوالخیر صاحب کا ہی مشرب نہیں تھا بلکہ حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے استاذِ حدیث اور سلسلہ عالیہ کبرویہ میں ان کے مُرشد حضرت جامع الکمالات علاّمہ شیخ یعقوب صرفی کشمیری علیہ الرحمہ (شاگردِ حضرت ابن حجر

ہیتمی المکی) کا بھی مسلکِ عرفان تھا۔

ہر کرا گفتنِ ذکرِ ہوس است
یا علی یا علی ذکر بس است

حضرت شیخ الاسلام علاّمہ بابا داؤد خاکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

این مشائخ را مسلسل اندر ارشاد و ادب
تا نبی اللہ وسیلہ مرتضیٰ حیدر شداست
سنائیم وموالی ہم برغمِ رافضی (خارجی) [بعض نسخہ جات میں]
ماوشیخان را چو مولیٰ خواجہ قنبر شداست
(قصیدہ وردالمریدین)

حضرت شاہ ابوالخیر صاحب کا دوسرا واقعہ مقامات خیر میں یوں ہے۔ ”کوئٹہ میں محرم کی دسویں شب کو ایک ہزارہ نوحہ خوانی اور سینہ کوبی کرتا ہوا مر گیا، جب آپ تفریح کے واسطے بگھی میں روانہ ہوئے تو ہم بھائیوں میں سے کسی نے آپ سے اسکا ذکر کیا، تھوڑی دیر آپ خاموش رہے اور پھر فرمایا ”اس کو بُرا نہ کہو، اگر اس نے اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت میں یہ کام کیا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ کی رحمت اس کے شاملِ حال ہو“۔ (ملاحظہ ہو مقامات خیر ص ۴۸۳)

سلاسلِ طریقتِ اولیاء کرام میں ۱۳ سلاسل حضرت علی مرتضیٰ پر منتہی ہوتے ہیں جب کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرچشمہ حضرت افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیّدنا ابا بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کما قال حضرت الشیخ عبدالقدیر بدری نقشبندی کشمیری۔

تابع این سلسلہ کو ہست پروانیتش
زانکہ صدیق بعد احمد شاہِ این لشکر شداست

لیکن حضرت شیخ مجدد اور حضرت سیّدنا میرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمہ نسبتِ علوی کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ اس پر فخر کیا ہے، اور ۱۳ سلاسل بذریعہ حضرت امامِ حسن بصری علیہ الرحمہ کے ذریعہ حضرت علی مرتضیٰ تک پہنچتے ہیں۔ پھر بھی ان میں اکثر اصحابِ سلاسل نے حضرت معروفِ کرخی تک اور پرنسبت علوی کا شجرہ تحریر کیا ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں ہے، حضرت ایشان شیخ یعقوب صرفی حضرت شیخ الاسلام علامہ خاکی کشمیری، حضرت شیخ اکمل الدین مرزا محمد کامل بیگ خان بدخشی کے نظم کردہ شجرہ ہائے طریقت اس پر گواہ ہیں۔ حضرت علاّمہ خالد کردی شہرزوری علیہ الرحمہ کی ذاتِ اقدس علم وعرفان کے لحاظ سے آیۃ من آیات اللہ تھی، آپ صاحب ردالمحتار علاّمہ ابنِ عابدین علیہ الرحمہ شارحِ درّ مختار کے مرشد برحق تھے حضرت سیّد المرسلین ﷺ کے باطنی حکم پر دہلی آکر مجدّدِ دین وملت حضرت قطب الارشاد شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے، آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا جو شجرہ شریف نظم کیا ہے اس میں دونوں نسبتوں یعنی نسبت صدیقی ونسبتِ علوی کا خاص خیال رکھا ہے قیوم عالم حضرت شاہ ابوالخیر نقشبندی دہلوی یہی شجرہ شریفہ ورد کرتے تھے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقامات اخیار [فارسی] از حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی)

خود اس احقر الناس (شوکت حسین کینگ) کے جدِ امجد رئیس کشمیر خواجہ غلام محی الدین کینگ قادری (التوفی ۴ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ مدفن مزارِ سلاطین بڈشاہ صاحب زینہ کدل کشمیر) کو مرشد ثانی بانی سلسلہ عالیہ منطقیہ قادریہ وبانی درگاہِ غوثیہ عالیکدل کشمیر حضرت شیخ سیّد میر حسین قادری المنطقی صاحب تاریخ فتوحاتِ قادریہ (۲۲ ماہِ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۰۰ھ مدفون زیرِ پائے حضرت سیّدتا اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) نے جو شجرہ مرحمت فرمایا ہے وہ از حضرت علی مرتضیٰ تا حضرت امام موسیٰ علی رضا رضی اللہ عنہ اور آگے حضرت معروفِ کرخی کے ذریعہ حضرت غوث الاعظم علیہ الرحمہ پر منتہی ہوتا ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے، اصحاب رسول اللہ ﷺ اور حضرات امہات المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے عزت

واحترام میں کوئی کمی محسوس ہو بلکہ دُعاء شجرہ اور خطباتِ جمعۃ المبارک میں خلفائے راشدین کا ذکر جزءِ ایمان اور معمولاتِ حرمین شریفین وبقاع عالم اسلام میں جاری وساری ہے۔ اِس چیز کی تعلیم خانوادۂ نبوت سے ملی ہے۔ اور خانوادۂ نبوت کے جن اولیاء کرام وعلماء عظام نے اسلام کی اشاعت وسربلندی کے لئے سب کچھ تج دیا یہ اُن ہی کی تعلیم ہے۔ حضرت سیّد علی ہجویری، حضرت غوث الاعظم، حضرت سلطان الہند خواجۂ چشت حضرت سیّد نظام الدین اولیابدایونی، حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ہمدانی، حضرت خواجہ سیّد محمد بہاء الدین نقشبند بخاری اور دیگر ہزار ہا اولیاء کرام کا یہی طریقہ رہا ہے، بالخصوص کشمیر میں جہاں سات سو (۷۰۰) سادات کے قافلہ نے اسلام کی اشاعت میں زبردست رول ادا کیا ہے۔

احترامِ صحابۂ کبار۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مقدس تعلیم کا خود سرچشمہ حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے، اسی لئے میں پیشِ نظر مضمون میں اہل سنت وجماعت کے کتب قیمہ کا نہیں بلکہ شیعوں کی صحیفۂ عقائد کتاب نہج البلاغہ کا حوالہ دیا ہے، جسے شیعہ طبقہ کے علماء نے ''اخ القرآن'' کا نام دیا ہے۔ بالفاظِ دیگر نعوذ باللہ قرآن شریف کی تحدّی قبول کی ہے، حالانکہ ہمیں اعتراف ہے کہ قرآن وحدیث کے بعد بلحاظِ فصاحت وبلاغت یہ کتاب بے نظیر وبے مثال ہے۔ اور اہلِ سنت کے بعض مکاتبِ فکر کے مدارس میں زباندانی کے لئے کورس کا حصہ ہے، اور اساتذۂ کرام طلّاب سے اس کا درس شروع کرتے وقت فرماتے ہیں کہ کلام حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا ہو یا علّامہ سیّد شریف رضی علیہ الرحمہ کا قرآن وحدیث کے بعد اولین درجہ پر ہے۔ خطبات کے بعض مقامات پر شک کرنے کے باوجود خطبات کا بیشتر حصّہ ''مکتوباتِ مبارکات'' اور آخری حصّہ اقوال زریں وفرمودات میں کوئی کلام نہیں ہے، خطبات کا وہ حصّہ جس میں آپ نے (یا بعض مکتوبات کے تلخ جملہ جات) معاصرین کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ میرے خیال میں حضرت سیّدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا ہی کلام ہے کہ بزعمِ بعض فرقہ جات شیعہ نعوذ باللہ وہ خدا تھے یا پیغمبر، اور فرقہ امامیہ نے امامت کی جو تعبیر امت مُسلمہ کو دی۔ اس کے باوجود اس امام الائمہ رضی اللہ عنہ سے بطور شکوہ وشکایت یہ جملہ جات صادر ہوئے ہیں۔

باقی حضرت علّامہ سیّد شریف رضی علیہ الرحمہ کی کمالِ ذہانت حسنِ ترتیب وحسنِ انتخاب اور شرافت ودیانت کی داد دینی چاہیے۔ خطبات کے وہ حصّہ جات محفوظ کے ہیں جن میں عظمت صحابۂ کرام وحضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاصکر حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وغیرہ بکمال فصاحت ٹپکتی ہے۔

اور سب سے بڑھکر حدیث غدیرِ خُم (جس کی رو سے خلافت بلا فصل عیدِ غدیر اور شیعت کی ساری عمارت محکم ہے) کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے یہی عمل ودستور بعض اکابر شیعہ علماء کا رہا ہے۔ اذان میں حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کا اسمِ گرامی قدر، عیدِ غدیر، ہر روز دیر وقت جمع بین الصلوٰتین وغیرہ یہ بعد کا قضیۂ نا مرضیہ ہے۔ خاصکر سبّ وشتم ولعنت کی گردان یا محسنین اوّلین کی کردار کُشی یہ چیزیں بعد میں وجود پذیر ہوئے۔ ورنہ حضرت امامِ حسنِ عسکری رضی اللہ عنہ کے دورِ مبارک تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی شیعانِ علی میں مرغوب رہا ہے۔ چنانچہ بقول جملہ مورخین شیعہ حضرت امامِ مہدی رضی اللہ عنہ کے دورِ غیوبتِ صغریٰ میں جو شیعہ اور امام منتظر کے درمیان قاصد وسفیر تھے ان کا نام عثمان تھا۔ ورنہ خود کربلا معلّٰی کے شہیدوں میں حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادوں میں حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے نام کے فرزندانِ علی بھی شامل تھے۔

(بقیہ اگلے شمارہ میں)